اہل سنت کا ترجمان
ماہنامہ
کنزالایمان
دہلی
"جیو اور جینے دو"

مجلسِ مشاورت

- ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (دہلی)
- سید وجاہت رسول قادری (کراچی)
- مولانا افتخار احمد قادری (مدینہ منورہ)
- مولانا محمد عبد المبین نعمانی (مبارک پور)
- علامہ بدر القادری (ہالینڈ)
- مولانا محمد قمر الحسن قادری (امریکہ)
- سید شاہ شمیم الدین منعمی (پٹنہ)
- مولانا محمد فروغ القادری (برطانیہ)
- سید حسن اشرف اشرفی کچھوچھوی (انگلینڈ)

سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے مشاہیر علمائے ہند

1. شیخ عبد الحق محدث دہلوی
2. مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
3. علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
4. علامہ عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی
5. شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
6. شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی
7. شاہ احمد سعید مجددی رام پوری
8. علامہ فضل حق چشتی خیرآبادی
9. علامہ عبد العلیم فرنگی محلی لکھنوی
10. علامہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی
11. سید شاہ آلِ رسول احمد مارہروی
12. مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری
13. مفتی غلام دستگیر قصوری لاہوری
14. علامہ عبد القادر برکاتی بدایونی
15. امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی
16. سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی
17. شیخ الاسلام شاہ انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی

کے مسلکِ حق و صداقت کا نقیب و ترجمان

مجلسِ مشاورت

- مولانا محمد حنیف خاں رضوی (بریلی شریف)
- ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی (حیدرآباد)
- مولانا قاضی فضل احمد مصباحی (بنارس)
- مولانا محمد معین الحق علیمی (ممبئی)
- مولانا مقبول احمد مصباحی (دہلی)
- الحاج محمد سعید نوری (ممبئی)
- انجینئر سید محمد فضل الرحمٰن چشتی (دہلی)
- قاضی عبد الرحیم مصباحی (رتناگیری)
- مولانا مجاہد حسین حبیبی (کولکاتا)

بفیضِ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

مارچ

جلد — جمادی الاول / جمادی الثانی — شمارہ

مجلسِ ادارت

مدیر مسئول	محمد ظفر الدین برکاتی
منیجنگ ایڈیٹر	محمد ضیاء الدین انصاری
سرکولیشن منیجر	مطیع الرحمٰن انصاری
معاون منیجر	محمد سعید انصاری
اشتہار منیجر	امام الدین قیصر
تزئین کار	محمد نظام الدین انصاری
آپریٹر	محمد کامل نعیمی

مشیرِ اعلیٰ

علامہ یٰسین اختر مصباحی

ایڈیٹر

محمد قمر الدین رضوی

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر حافظ محمد قمر الدین رضوی نے ایم۔ ایس پرنٹرس دہلی ۶ سے چھپوا کر آفس ماہنامہ کنز الایمان دہلی ۴۲۳ مٹیا محل دہلی سے شائع کیا۔

تفصیلِ ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	۲۰ روپے
سالانہ	۲۴۰ روپے
اعزازی	۵۰۰ /
تاحیات	۵۰۰۰ /
بیرونِ ممالک	۳۰ امریکی ڈالر
تاحیات	۲۰۰۰ امریکی ڈالر

مراسلت و ترسیلِ زر کا پتہ

ماہنامہ کنز الایمان دہلی

۴۲۳، مٹیا محل جامع مسجد، دہلی ۶

KANZUL IMAN MONTHLY

423, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 (India)

Ph:.23264524 Email. Kanzuliman@yahoo.co.in

ڈرافٹ

KANZUL IMAN MONTHLY

کے نام سے بنوائیں

رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہے پڑھنے سے پہلے غور کرلیں کہ سالانہ زرِ تعاون ختم تو نہیں ہوگیا اگر ایسا ہے تو فوراً منی آرڈر یا ڈرافٹ کے ذریعہ اسکی ممبری فیس روانہ فرما کر رسالے کو جلا بخشیں (ادارہ)

ماہ نامہ کنز الایمان سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کر سکتے ہیں

نوٹ: کنز الایمان کی سالانہ قیمت-/240 ہے۔ اکاؤنٹ میں-/300 روپے جمع کریں۔ 57روپے بینک کمیشن کے کٹ جاتے ہیں۔ (ادارہ)

SBI BANK A/c No.:35490268797
IFSC Code: SBIN0002366 Branch: Jama Masjid
NAME: KANZUL IMAN MONTHLY

رضوی کتاب گھر سے متعلق کوئی بھی رقم مندرجہ ذیل بینک اکاؤنٹ نمبر میں جمع کر سکتے ہیں

YES BANK A/c No.:023883800001111
IFSC Code: YESB0000238 Branch: Darya Ganj
NAME: RAZAVI KITAB GHAR

ICICI BANK A/c No.:629205030973
IFSC Code: ICIC0006292 Branch: Chandni Chowk
NAME: RAZAVI KITAB GHAR

(نوٹ) رقم جمع کرنے کے بعد فون پر ضرور اطلاع کریں۔ 011-23264524

اداریہ

نشانِ منزل

نہ بکنے کا ارادہ ہو تو قیمت اور بڑھتی ہے

ہماری بے عملی سے اسلام کی حقانیت پر کوئی فرق نہیں پڑنے والا لیکن ہماری بے حسی ہمارے اسلامی وجود کا جنازہ اٹھواسکتی ہے

محمد ظفرالدین برکاتی☆

رات کے تین بج رہے ہیں، دو گھنٹے سے کروٹیں لے رہے ہیں، خیالات کا سیلاب ہے جو ہماری نیند کو بہائے لے جارہا ہے۔ ایک طرف ہماری اپنی ذاتی بے عملی ہمیں شرمندہ کیے جارہی ہے، دوسری طرف بے عملوں کا ہجوم ہمیں عمل کے صراط مستقیم سے دور ہٹانا چاہتا ہے اور ہم ٹھوس اور محسوس واقعات کو یاد کر کے اپنے آپ کو مجرم تسلیم کرنے پر آمادہ ہیں کہ اچانک بے نتیجہ اور بیجا مصلحت پسندوں کی ایک جماعت ہمیں قرابت داری کی اُس راہ پر ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے جو، پہلے تو ضمیر کو فروخت کرنے سے روکتی ہے لیکن پھر ضمیر کے خلاف کر گزرنے پر آمادہ کر رہی ہے۔ عجیب کشمکش کی حالت میں بجلی کا بلب دوبارہ جلاتے ہیں تو گزشتہ تین چار سالوں کی کھٹی میٹھی، عملی اور بے عملی اور مصلحتوں پر قربان ہوچکی زندگی کے حوصلہ شکن آثار سالانہ ڈائریوں کے صفحات پر ہماری چٹکی لے رہے ہیں، خلوص وفلوس میں فرق وامتیاز نہ کرنے اور مخلص ومفلس کی پہچان میں مسلسل خطا کرنے کی ہماری روایتی بیماری ہمیں طعنہ دے رہی ہے اور ہماری اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں کے تازیانے اِن سب پر مستزاد۔

دریں اثنا ہمارے اپنے ہی تین ہم عصروں کے چہرے اچانک ذہن کے اسکرین پر گھوم جاتے ہیں جن میں ایک کامیاب ہے، دوسرا کامیاب ہے اور کامیابوں کے ساتھ ہے اور تیسرا کامیاب بھی ہے اور کامیابی کی ضمانت بھی۔ دل یہ کہتا ہے کہ اِن میں کوئی بھی تیرے جیسے ناکام نوجوان کا بدخواہ نہیں، دماغ بھی اس کی تصدیق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ خیر خواہوں کی حمایت جس کو حاصل ہوتی ہے، وہ مقدر کا سکندر ہوتا ہے اور بدخواہوں سے جس کو اللہ محفوظ رکھے، وہ بھی بدنصیب نہیں ہوتا لیکن خوش نصیبی کے تاج محل میں رہنے والا بھی انسانی ضرورتوں سے آزاد نہیں ہوجاتا کہ روٹی، کپڑا، اور مکان کی حاجت نہ رہے۔

پھر دل یہ کہتا ہے کہ کردار وعمل کے اعتبار سے تمہاری بہت سی گزری ہوئی راتیں ''دین'' کی خدمت اور ''دینی کاموں'' میں گزری ہیں اور تمہارے دن ''دینی کام'' کی دہائی دے کر کام کرانے والوں کی دل جوئی میں گزرے ہیں لیکن یہ بات کیا کسی کرامت سے کم ہے کہ تم نے کبھی اپنے ضمیر کا سودا نہیں کیا، کبھی کسی دو فریقوں کے تنازع میں کسی ایک فریق یا فریقین سے مادی فائدہ کے لیے سودا بازی نہیں کی، کوئی ایسا کام نہیں کیا جس پر کوئی شرعی گرفت ہو (اللہ تجھے ہمیشہ ہی اِس بلا سے محفوظ رکھے) کسی کے خلاف کچھ لکھنے اور حمایت کرنے کی اخلاقی غلطی بھی نہیں کی، وقتی طور سے بہتی گنگا میں ہاتھ دھونا تو دور کی بات، ادھر سے گزرنے کی کوشش بھی نہیں کی اور ہمیشہ ان ہی کا ساتھ دِیا جو مخلصانہ کام کرتے ہیں، مثبت اور مفید کام کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور کام کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں پھر بھی تم خالی ہاتھ نہیں ہو، کسی کے سامنے چاپلوسی اور خوشامد کر کے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں اور گئی گزری زندگی بھی نہیں گزرتی کہ لوگ مذاق بنائیں۔

تو دماغ جھنجھلا کر کہتا ہے کہ اِن سب کرامتوں کے باوجود ہمیں بدیہی اور بے نتیجہ بات کو منوانے کے لیے نظری اور فرضی مصلحت کی رسی میں باندھنے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے؟ ہماری شانِ بے نیازی کو بے وقوفی اور حق شناسی وحق بیانی کو نوجوانی کا جوش کیوں قرارا جاتا ہے؟ اخلاقی فرائض، معاملاتی فرائض اور مذہبی فرائض کے سبھی دفعات ہمیں پر کیوں نافذ کیے جاتے ہیں؟ ہمیں ہی کیوں بے نفس اور فرشتہ تصور کیا جاتا ہے؟ اپنے لئے نظر آنے والا ''نذرانہ'' اور ہمیں بے نفسی کی نذر کیوں کر دیا جاتا ہے؟ کہ بس کام کیے جاؤ، ہم نے بھی یہی کیا ہے تو اِس مقام پر پہنچے ہیں، اِس طرح کے پیرانہ جملے سنا سنا کر ہمیں مجبور بنانے کی دانستہ حرکت کیوں کی جاتی ہے؟

دل ودماغ کی اسی کشمکش میں ذہن بھٹکتا جارہا ہے کہ دونوں نے ہم پر رحم کھاتے ہوئے کہا کہ دنیا سوچکی ہے، تم بھی سوجاؤ، سوجانے والوں پر نیند قربان کرنے والا بیوقوف نہیں تو عقل مند بھی نہیں ہوسکتا۔

صبح ہوتی ہے تو پھر بدخوابی کے خواب پریشان کرتے ہیں اور دل ودماغ پھر یہ اشتہار لے کر حاضر ہوتے ہیں کہ ہماری جماعت میں سوچنے سمجھنے، فکر وتدبیر کرنے اور صحیح مشورہ دینے والوں کی تعداد بہت اچھی ہے مگر بلی کی گردن میں گھنٹی کون باندھے؟ فوراً دماغ بول پڑتا ہے کہ بے بنیاد خدشات اور فرضی اندیشوں کے خوف سے یہ حضرات دبکے جاتے ہیں تو دل کی خاموشی بھی ٹوٹتی ہے کہ ایسی سوچ کو جناب! آج عموم بلویٰ کا درجہ حاصل ہے۔ ایسی سوچ پر حیرت ہے جس سے کوئی دوسری سوچ پنپ نہ سکے، اس لیے اس عموم بلویٰ کے خلاف خاموش عملی تحریک اور اُن کے عنکبوتی قصر عظیم میں مثبت روی کی آگ روشن کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ''خاموشی کی چادر'' میں آرام فرما حضرات قصر کے باہر کی دنیا بھی دیکھ لیں۔

اسی لمحے ذہن نے تصویر کا دوسرا رخ یہ پیش کیا کہ تم اپنی تین منتخب مذہبی شخصیات کا تذکرہ بھی کرو جو صحیح معنوں میں آج ہمدردانِ قوم وملت اور خیر خواہانِ اہل سنت وجماعت ہیں، تو ہمیں یاد آیا کہ تین چار سال پہلے سوادِ اعظم اہل سنت کانفرنس سے واپسی میں ان میں سے ایک بزرگ نے بڑی پیاری بات کہی تھی کہ امام اہل سنت معیارِ سنیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی مجددِ اسلام کی تعلیمات اور کردار وعمل کے مطابق اسلامی طریقہ یہ ہے کہ کلام، تکلم اور متکلم تینوں سے متعلق واضح صراحت اور قطعی یقینی واقفیت کے بعد ہی کسی پر کوئی شرعی حکم لگانا چاہیے لیکن آج ہمارے چند کرم فرماؤں کا رویہ تو یہ ہے کہ کوئی محض کلام تو کوئی صرف تکلم کی بنیاد پر کفر وضلالت کا حکم بیان کر دیتا ہے اور متکلم سے وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ حالاں کہ متکلم اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے یا، اس کی دسترس سے باہر نہیں ہوتا جس سے ملاقات نہیں تو بات چیت اور مرسلت ممکن ہوتی ہے۔ یہ فتویٰ نویسی اور قرآن وسنت کا حکم بیان کرنا نہیں بلکہ ذاتی رنجش اور محض انانیت کی تسکین ہے جس کی وجہ سے کسی بھی فردِ جماعت کو کوئی فتویٰ قابل تسلیم نہیں ہوتا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اہل سنت بڑی تعداد میں ہیں مگر جماعت کا وجود ختم ہو چکا ہے اور کاروانِ سوادِ اعظم اخلاقی بے قدری اور فتوائی بحران کا شکار ہے۔

پھر بات میں بات نکلی اور دل نے گواہی دی کہ صحیح بات ہے، انجام دیکھ لو کہ ہم میں سے اکثر افراد آج ایک دوسرے کو تسلیم کرنے اور حمایت وتعاون کرنے کو تیار نہیں حالاں کہ یہ طے شدہ قرآنی حقیقت ہے کہ اسلام کی بنیاد پر پوری ملت اسلامیہ ایک جسم کی طرح ہے مگر یہاں اس جسم کے اعضا کی صورت حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کو تائید وتسلیم اور قیادت وحمایت کی توفیق نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ جسم کمزور ہوا جا رہا ہے، حالات کی طوفانی ہوائیں جدھر چاہتی ہیں، اس کا رخ موڑ دیتی ہیں حالاں کہ

کانپتا ہے دل تیرا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو

لیکن اس کے باوجود ہماری ناخدائی خود اپنی ہی منجدھار میں پھنس چکی ہے اور اتحاد واتفاق کی کشتی ٹوٹ چکی ہے، اس کی وجہ سے حواس کام نہیں کرتے، اس لیے ساحل نظر نہیں آتا۔ اب دماغ کو تسلی نہ ہوئی، اس نے کہا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو تقسیم کس نے کیا؟ اس کا جواب تلاش کر کے لکھنا لازم ہے تو اہل سنت کی تقسیم کا ذمہ دار کون ہے؟ جماعت کا تصور ملیا میٹ کس نے کیا؟ اِس کا جواب بھی قوم کو چاہیے اور پھر جماعت کے ایک دوسرے کی خدمات کے اعتراف واظہار کی خوبی کہاں رخصت ہوگئی؟ اس کی تلاش اور غیر جانب دارانہ تحقیق بھی ایک مسئلہ ہے، اسے کون حل کرے؟ مولویت دقیانوسیت کا متبادل کیسے بنی اور خانقاہیت درگاہیت میں تبدیل کیسے ہوگئی؟ خانقاہوں کو خواہ مخواہ اور تصوف کو مسائل سے دانستہ غفلت اور مذہبی ذمے داریوں سے راہِ فرار کی سبیل کہنے والوں کی زبان بندی کا انتظام کون کرے گا؟

ہم نے دیکھا کہ بات بہت آگے جا سکتی ہے، اس لیے دل ودماغ سے درخواست کی کہ اب بس کرو! تو انھوں نے کہا کہ ٹھیک ہے لیکن یہ آخری بات یاد رکھو کہ تمہاری بے عملی سے اسلام کی حقانیت پر کچھ نہیں فرق پڑنے والا لیکن تمہاری بے حسی تمہارے اسلامی وجود کا جنازہ ضرور اٹھوا سکتی ہے اس لیے یہ بھی سن لو کہ جو مکمل اور پرفیکٹ انسان ہے، وہی صوفی ہے۔ جو پیغمبر امین اور رسول صادق کی امانت وصداقت کا نمائندہ ہے وہی صوفی ہے۔ اعلان نبوت سے پہلے کی پیغمبرانہ زندگی کا جو عملی ترجمان ہے، وہی صوفی ہے اور جو پورے پورے اسلام میں داخل ہو چکا ہے، وہی حق دار ہے کہ اسے صوفی کہا جائے۔ اب دیکھ لو کہ تم خود کو صوفی کہنے، صوفی کہلوانے اور لکھنے لکھوانے میں کتنے مخلص اور صحیح ہو؟

حالاں کہ خوش گمانی، حسن ظن، حق شناسی، حق گوئی اور دلوں کو جوڑنے والی کوئی خوبی تمہارے اندر موجود نہیں۔

اب دل ودماغ کی آخری وصیت کے بعد ایک خبر دیتے ہیں

اگر بکنے پہ آجاؤ تو گھٹتے جاتے ہیں دام اکثر
نہ بکنے کا ارادہ ہو تو قیمت اور بڑھتی ہے

قارئین کرام! کتابیں انسانی زندگی میں ماضی کا قیمتی اثاثہ، حال کا زبردست سرمایہ اور کامیاب زندگی کے لیے روشن مستقبل کی قدرتی ضمانت ہیں۔ اس لئے انسانوں نے ہمیشہ اور ہر دور میں کتابوں کو بہترین دوست مانا ہے جو کہ انسان کی فطرت کا تقاضہ ہے۔ آج جدید ایجادات کے نتیجے میں انٹرنیٹ کے کھلے بازار میں ہر موضوع پر ہزاروں کتابیں دستیاب ہیں، اس کے باوجود کاغذ پر چھپی ہوئی کتابوں کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ پوری دنیا میں ہر سال بڑے بڑے شہروں میں کتابی میلے لگتے ہیں اور نمائش کی جاتی ہے۔ ہمارے پیارے وطن ہندوستان میں بھی راجدھانی دہلی اور کولکاتا کی سائنس سیٹی میں سالانہ عالمی کتابی میلے لگتے ہیں اور مختلف صوبوں اور علاقوں کے مرکزی ادارے، جامعات اور مقامات میں بھی ایسے میلے لگتے ہیں۔

ان میں مذہبی دینی کتابوں کے دو میلے بڑے معروف اور مقبول ہیں، ایک بریلی شریف کے اسلامیہ گراؤنڈ میں ہونے والا تین روزہ رضوی کتاب میلہ اور مبارک پور جامعہ اشرفیہ میں ہونے والا عزیزی کتاب میلہ۔ ابھی دسمبر میں رضوی میلہ لگا تھا جس کے حوالے سے تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ پورے بھارت میں ایک سال کے اندر جتنی دینی علمی کتابیں یہاں فروخت ہوتی ہیں اور مفت تقسیم ہوتی ہیں، ان کا نصف حصہ صرف رضوی کتاب میلے میں فروخت ہوتا ہے اور تقریباً یہی حال مبارک پور کے عزیزی کتاب میلے کا ہے لیکن یہاں اس نصف کا نصف حصہ کتابیں ہی فروخت ہوتی ہیں۔ اگلے ۱۰، ۱۱ مارچ (جمعرات، جمعہ) کو حافظ ملت حضرت استاذ العلماء علامہ عبدالعزیز اشرفی محدث مبارک پوری کے ۴۱ ویں سالانہ عرس کے موقع پر عزیزی کتاب میلہ روایتی اہتمام کے ساتھ لگ رہا ہے جہاں بہت سی تقریبات کے ساتھ خاص طور سے یہ تین پروگرام نہایت اہم ہیں۔ یاد رکھیں!

(۱) ۲۱ ویں صدی میں مسلمانوں اور مسلم معاشرہ پر میڈیا کے اثرات

یہ ایک باضابطہ جز وقتی سیمینار ہے جس میں اِس موضوع پر سید محمد فضل اللہ چشتی صابری کا توسیعی خطاب ہوگا پھر میڈیا کی تاریخ، عالمی میڈیا، ہندوستانی صحافت اور ہندوستانی مسلمان کے حوالے سے مذاکرہ ہوگا۔ اِس میں دوسرے جو ماہرین شامل ہوں گے، وہ "میڈیا، اسلام اور عالمی گاؤں" کے موضوع پر موجودہ حالات کے تناظر میں مختلف جہتوں سے اپنی معلومات پیش کریں گے۔ یہ اجلاس ۹ مارچ کو المجمع الاسلامی ملت نگر مبارک پور کے سیمینار ہال میں ہوگا جس کے مخاطبین اور سامعین جامعہ اشرفیہ میں اعلیٰ درجات کے طلبہ اور مقامی اسکولوں کے طلبہ واساتذہ ہوں گے۔ فلاح رِسرچ فاؤنڈیشن دہلی کے زیر اہتمام یہ تعمیری پروگرام ہوگا جس میں اس کی پانچ جدید کتابوں کی رونمائی صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر مجلس شرعی مبارک پور کے مبارک ہاتھوں سے ہوگی۔

(۲) اردو صحافت، صحافیوں کی صلاحیت سازی اور مدارس کے طلبہ۔ یہ تربیتی مذاکرہ بھی اسی ہال میں ۱۰ مارچ کو ہوگا۔ پہلے "دینی عربی مدارس کے طلبہ اور صحافت" کے موضوع پر مولانا صابر رضا رہبر مصباحی ایڈیٹر روزنامہ انقلاب، پٹنہ (بہار) کا توسیعی خطاب ہوگا پھر پریس کانفرنسنگ، خبر نویسی، اخباری ومجلّاتی اداریہ وکالم نویسی، اخباری وسائل اور مسائل، حقوق اطلاعات (RTI) نیوز چینل کے لیے رپورٹنگ اور خاکہ نگاری، تعلیمی اور فکری رہنمائی اور بہت سے متعلقہ مباحث پر مذاکرہ کی محفل برپا ہوگی جس میں مختلف اخبارات ورسائل کے مدیران ونامہ نگار حضرات شریک ہوں گے۔

اِن دونوں اجلاس کے انتظام اور نظامت کے فرائض راقم ادا کرے گا۔ تجزیہ مولانا مقبول احمد سالک مصباحی کریں گے۔

اسی دن بعد نمازِ مغرب اسی ہال میں "دل کی بات اپنوں کے ساتھ" عنوان کے تحت ایک عام مجلس بھی ہوگی، اسے بھی یاد رکھیں۔

(۳) دعوت اسلامی اور سنی دعوت اسلامی کی دینی علمی دعوتی خدمات واثرات۔ یہ سیمینار بڑا منصوبہ بند ہے جس میں دونوں تحریکوں کے پانچ، پانچ منتخب نوجوان جو کسی دینی تعلیمی ادارے سے فارغ باضابطہ عالم دین ہیں، ان کے خطابات ہوں گے، اس کے بعد بند، رقعوں میں لکھے مختلف ومنفرد عناوین پر ۲۰ نوجوان علما برجستہ اپنی معلومات اور احساسات پیش کریں گے پھر پانچ منتخب نوجوان علما (حاضرین میں سے) تبصراتی گفتگو کریں، اس کے بعد راقم سب کا خلاصہ پیش کرے گا پھر یہ محفل مولانا مقبول احمد سالک مصباحی کی مختصر تقریر پر ختم ہوگی۔

☆☆☆

z.barkati@gmail.com

انوار قرآن

صوفی اسلام بنام وہابی اسلام

جیو اور جینے دو کا نظریہ، اسلامی فارمولہ

داعشی طالبانی جنگ وجدال کا اسلامی جہاد سے کوئی تعلق نہیں

فہیم احمد ثقلینی ازہری☆

اسلام اپنے روشن اور بے مثال قوانین وضوابط کے ذریعہ سماج کے ہر طبقہ اور انسانیت کے ہر شعبہ کو اس کا حق فراہم کرتا ہے۔ اسلام اپنی بے پناہ خصوصیات کی بنیاد پر دنیا کے تمام مذاہب میں امتیازی مقام رکھتا ہے۔ اسلام امن عالم کی ضمانت ہے۔ صلح وآشتی، امن وشانتی اور چین وسکون اسلام کی بنیادی تعلیم ہے۔ پوری انسانی تاریخ کا مطالعہ کر جایئے ''جیو اور جینے دو'' کا نظریہ اور فارمولہ سب سے پہلے اسلام نے دیا ہے۔ اسلام نے حق تلفی، ناانصافی، چوری، غارت گری، قمار بازی، عصمت دری، ہوس پرستی، شراب خوری، خودکشی، خونریزی، بے رحمی اور اس طرح کی دوسری تمام لعنتوں سے انسانیت کو نجات دے کر انھیں سارے انسانی رشتوں کے حقوق اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور سب کی خیر خواہی کی تعلیمات دیں۔

اسلام کی نظر میں بحیثیت انسان سب برابر ہیں، سب کے حقوق مساوی ہیں، اسلام کسی بھی انسان پر ظلم وزیادتی کو روا نہیں رکھتا بلکہ اسے گناہِ کبیرہ اور حرام قرار دیتا ہے۔ اسلام نے جب پڑوسی کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا تو مطلقاً پڑوسی فرمایا، اس میں ایمان اور اسلام کی قید نہیں لگائی۔ اسلام نے ظلم کو حرام قرار دیا ہے مگر مظلوم کے ساتھ مسلمان مظلوم نہیں فرمایا، یہ اسلام کا درس مساوات ہے۔

پڑوسی کسی بھی دھرم کا ماننے والا ہو اُس کے جو حقوق ہیں ان کی مکمل ادائیگی کی جائے۔ انسانی برادری کے باہمی حقوق میں پانچ امور کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، مذہب کا تحفظ، جان کا تحفظ، مال کا تحفظ، عقل کا تحفظ، نسب کا تحفظ یعنی پوری انسانی برادری پر مشترکہ طور پر یہ حقوق عائد ہوتے ہیں کہ ہر ایک کا مذہب، جان، مال، عقل، نسب دوسرے کے ہاتھوں محفوظ رہے اور کوئی کسی کے حقوق پر دست درازی نہ کرے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق دنیا کے تمام مسلمانوں پر بھی ان حقوق کا پاس ولحاظ ضروری ہے جس کا سبب یہ ہے کہ دنیا کی حکومتوں کے قوانین میں تھوڑے فرق کے ساتھ پانچوں حقوق کو نمایاں مقام حاصل ہے اور ہر ایک ملک کے باشندے وہاں کے ملکی قوانین کے پابند ہوتے ہیں تو بحیثیت مسلمان ہر مسلمان پر اپنے عہد وپیمان کا پورا کرنا ضروری ہے اس لیے کہ وعدہ کو پورا کرنا اسلامی بنیادی تعلیم ہے۔ قرآن میں ہے ''اے ایمان والو! اپنے عہد پورے کرو۔'' (سورہ مائدہ آیت ۱) قرآن میں دوسری جگہ فرمایا ''عہد پورا کرو بیشک عہد کے بارے میں سوال ہوگا۔'' (سورہ اسراء، آیت ۱۷)

پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں جس شخص میں چار خصلتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا (مومن نہیں ہوسکتا) اور جس میں ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب معاہدہ کرے تو توڑ دے، (۳) جب کسی سے وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (۴) جب کسی سے جھگڑا ہو گالی گلوج کرے۔
(صحیح مسلم شریف ۱/۵۶)

اس حدیث شریف کی روشنی میں اسلام کی بنیادی تعلیم یعنی اخلاقیات کا اندازہ لگائیں کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو سماج ومعاشرہ میں کس طرح رہنے کا حکم دیتا ہے۔ جس کے اندر مذکورہ بالا خصلتیں نہ ہوں گی اس کی نیت، قول اور فعل تینوں درست ہوں گے اور اسلام نے جن چار امور کا ذکر کیا کہ جو ایسا کرے وہ مومن کامل نہیں۔ تو یہ قید نہیں ہے کہ جو مسلمانوں کے ساتھ ان امور کا ارتکاب کرے تو یہ حکم ہے بلکہ مطلقاً حکم دے کر یہ فرما دیا کہ یہ حکم تمام انسانوں کے ساتھ یکساں ہے، برابر ہے۔ چاہے کسی کے بھی ساتھ یہ کیا جائے، کرنے والا عنداللہ اسلام مومن کامل نہیں ہوسکتا بلکہ خالص منافق ہوگا۔

اسلامی نظریہ اور قانون کے مطابق ہر شخص کو اپنے مذہب پر عمل

کرنے کا جو حق کسی بھی ملک کے دستور نے دیا ہے اسلام اس میں کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا جیسا کہ مسلم ریاست کے باشندوں کو یہی حکم ہے وہاں بھی سب ایک مقررہ دستور کے پابند ہوتے ہیں اور آج کے دور میں بھی ایسا ہی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ''تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔'' (سورۂ کافرون، آیت ۶) دوسری جگہ ارشاد فرمایا ''دین میں کچھ زبردستی نہیں۔'' (سورہ بقرہ، آیت ۲۵۶) اسلام نے اس طرح مذہبی آزادی دی ہے، اسلام میں کسی کو ڈرا دھمکا کر زبردستی مسلمان بنانا جائز ہی نہیں اور نہ اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ کسی پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اسلام میں داخل ہو بلکہ اسلام کی آفاقی تعلیم یہ ہے کہ ہر انسان تک اس کو پہنچایا جائے۔

امام ابو جعفر ابن جریر طبری روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک قبیلہ بنو سالم بن عوف کے حصین نامی ایک شخص کے دو بیٹے نصرانی تھے اور وہ خود صاحب ایمان تھے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ان کے بیٹے اسلام قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں کیا میں ان کو جبراً اسلام میں داخل کروں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔''

(تفسیر جامع القرآن، ۳/۱۰، تفسیر الدر المنثور ا/ ۹۴۸)

دشمنان اسلام نے اسلام پر زبردستی لوگوں کو مسلمان بنانے کا جو الزام لگا رکھا ہے قرآن نے پہلے ہی اس کا انکار کر دیا تھا کہ دین کے معاملہ میں جبر و اکراہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ دین کی بنیاد ایمان ہے اور ایمان کا تعلق دل سے ہے اور دل جبر و اکراہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا جانتا ہی نہیں۔ اسلام بحیثیت دین انسان کی باطنی اور قلبی اصلاح اور درستگی بھی چاہتا ہے، تلوار کے ذریعہ سر تو خم ہوسکتا ہے مگر دل کبھی نہیں جھک سکتا اور نہ اس طرح انسان کی باطنی اصلاح و درستگی ہو سکتی ہے۔

لیکن ایک چیز اور بھی ذہن نشین رہے کہ اسلام جس طرح یہ گوارہ نہیں کرتا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا جائے اسی طرح یہ بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کے ماننے والوں پر تشدد کر کے انھیں اسلام سے برگشتہ کرے یا جو خوشی سے اسلام کی برادری میں شریک ہونا چاہتے ہوں ان کو ایسا کرنے سے زبردستی روکا جائے اور اگر کہیں ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو اسلام اس وقت اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ ایسی حالت میں وہ ظالم قوت کا مقابلہ کریں اور یہی اسلام کا نظریۂ جہاد ہے۔ اسلام کے بعض نکتہ چین جہاد کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور جہاد کے معنی و مفہوم اور محل و مقام سے ناواقف ہیں۔ ایسے تخریبی اذہان رکھنے والے سن لیں کہ اسلام ان کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے اپنے ماننے والوں کو دشمنان دین و ایمان کے جور و ستم کا تختۂ مشق بننے کی اجازت نہیں دے گا۔

(ملخصاً تفسیر ضیاء القرآن، ا/۱۷۹)

اسلام نے مسلمانوں کو جو قانون دیا ہے مسلمان اس پر آج بھی کاربند ہیں۔ وہ کسی مذہب اور اس کے مرجع طاعت و عقیدت کو گالی نہیں دیتے لیکن اس کے برخلاف آج غیر مسلم دنیا اس اہم قانون کو پامال کرتی نظر آرہی ہے۔ اسلام اس بات کا داعی ہے کہ ''جیو اور جینے دو'' یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ کسی کی زندگی کی نعمت ظلم و عدوان کے ذریعہ چھینی نہ جائے، اسے جینے کا حق دیا جائے۔ اس سلسلہ میں اسلام کی روشن ہدایات اور تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ قتل ناحق سخت حرام و گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب عرصۂ دراز تک جہنم کی آگ میں رہے گا۔ قتل اور زنا کے مجرمین کے تعلق سے قرآن پاک میں یہ وعید آئی ہے کہ ''جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا اُسے چند در چند عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں مدتوں ذلت کے ساتھ رہے گا۔''

اسلام کی نظر میں ایک نفس محترم کا قتل سارے انسانوں کا قتل ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جس نے کسی جان کو قتل کیا بغیر اس کے کسی جان کا بدلہ لیا جائے یا زمین میں فساد مچانے کی سزا دی جائے تو گویا اُس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اُس نے سب جانوں کو زندہ رکھا۔''

(سورہ مائدہ، آیت ۳۲)

ناحق کسی انسان کا قتل حقیقت میں پوری انسانیت کا قتل ہے۔ اس حیثیت سے وہ سارے انسانوں کا قاتل ہے۔ اس آیت کریمہ میں بحیثیت انسان مسلم اور غیر مسلم سب شامل ہیں۔ اسلام نے انسان کو تو درکنار جانوروں کے بھی حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ قانون اسلامی کی معتمد کتاب ''درمختار'' میں ہے کہ

''چوپائے پر ظلم غیر مسلم معاہد پر ظلم سے زیادہ سخت ہے اور غیر

مسلم معاہد پر ظلم مسلمان پر ظلم سے زیادہ سخت ہے۔"

ایک غلط فہمی کا ازالہ : قرآن کریم کی بعض آیات میں کچھ غیر مسلموں کو قتل کر ڈالنے کا حکم ہے جن کو بنیاد بنا کر آج واویلا مچایا جاتا ہے مگر اس پر کوئی توجہ نہیں دیتا اور نہ کوئی معترض اس بات کو جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ ان آیات میں وہ حکم کن حالات اور کیسے فسادیوں کے لیے ہے۔ جن حالات میں دنیا کا کوئی مہذب ملک اور امن کا قانون فسادی کو گولی مار دینے اور اس کا قصہ تمام کر دینے کا فرمان جاری کرتا ہے اسی طرح کے حالات میں ویسے ہی فسادی افراد کے لیے اسلام بھی وہی فرمان صادر کرتا ہے تو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے اس لیے کہ طالبانی جنگ و جدال کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، ان کے سارے اعمال و افعال ان کی خود ساختہ شریعت ہیں۔ اسلام کا دامن رحمت ایسی ناشائستہ اور قتل و غارت گری والی تعلیمات سے پاک وصاف ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم رحمت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قتل و غارت گری، جنگ و جدال اور فتنہ وفساد سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

☆خادم التدریس دارالعلوم فیضان شاہ ثقلین قصبہ گھرالہ ضلع بدایوں
موبائل: 09456279256
E-mail:faheemahmad_92@yahoo.co.in

MH-SET میں عطاء الرحمٰن نوری کی نمایاں کامیابی

یونی ورسٹی گرانٹ کمیشن (UGC) کے زیر اہتمام پورے مہاراشٹر میں مختلف سینٹرز پر *Maharashtra StateEligibility Test* (MH-SET) کا امتحان ہوتا ہے۔ اس امتحان میں کامیاب طالب علم یونی ورسٹی اور کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر شپ اور پی ایچ ڈی کے لیے اہل ہوتا ہے۔ 32 مضامین میں یہ امتحان لیا جاتا ہے۔ سال ۲۰۱۵ء میں پہلی بار MH-SET کے امتحان میں اردو مضمون کو شامل کیا گیا تھا۔ 32 فیکلٹی میں 15 سینٹرز پر امتحانات ہوئے جس کے نتائج ۱۵ جنوری ۲۰۱۶ کو ویب سائٹ پر اپلوڈ کیے گئے۔ مالیگاؤں شہر کے ایک درخشندہ ستارے اور ہونہار طالب علم عطاء الرحمٰن شیخ فضل الرحمٰن نوری نے ایک مرتبہ پھر اپنے خانوادے اور شہر کا نام روشن کیا ہے۔ موصوف نے پہلی مرتبہ اِس امتحان میں کامیابی حاصل کر کے شہر مالیگاؤں میں اردو مضمون میں پہلے ایم ایچ سیٹ کامیاب امیدوار کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ گزشتہ سال موصوف نے ایم اے اردو کے چاروں سمسٹر میں آؤٹ اسٹینڈنگ (ٹاپ) پوزیشن حاصل کرتے ہوئے اردو ڈپارٹمنٹ میں اول مقام حاصل کیا تھا۔

موصوف عالمی تحریک سنّی دعوت اسلامی کے مبلغ اور مشہور صحافی ہیں جو عطاء الرحمٰن نوری (ایڈیٹر بہارِ سنّت) کے نام سے مختلف عناوین پر اپنے قلم کی جولانیاں بکھیرتے ہیں۔ سال ۲۰۱۲ء میں موصوف نے مولانا آزاد نیشنل اردو یونی ورسٹی حیدرآباد کے صحافتی کورس میں ریاستی سطح پر اول اور ملکی سطح پر چوتھا مقام حاصل کیا تھا۔ مذہبی، سیاسی، سماجی، معاشرتی اور اصلاحی عنوانات پر آپ کے مضامین ملک وبیرون ملک کے اخبارات ورسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کے کئی سو مضامین مختلف ویب سائٹس پر آن لائن موجود ہیں۔ سال ۲۰۱۳ء میں ۵۰۰ مضامین کی تکمیل پر ادارۂ عکس ادب اورنگ آباد کی جانب سے موصوف کو "سرسید احمد خان ایوارڈ" دیا گیا تھا۔ آپ کی قلمی خدمات کے پیش نظر اور بھی کئی اعزازات سے آپ کو نوازا جا چکا ہے۔ مذکورہ کامیابیوں اور ادبی و دینی خدمات کے پیش نظر ای ٹی وی حیدرآباد نے آپ کا انٹرویو بھی لیا تھا۔ اس کامیابی پر ادارہ ماہ نامہ کنز الایمان دہلی کے ارکان انھیں مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ پاک زندگی کی منزلیں کامیابی سے ہمکنار فرمائے، پی ایچ ڈی کے مرحلے میں آسانی پیدا فرمائے اور عزم وحوصلے کو توانائی بخشے۔ آمین

انوارِ حدیث | اصلاح معاشرہ

سود کی وبا اور بے حیائی کا عام ہونا عذابِ الٰہی کو دعوت دیتا ہے

حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی☆

حضرت آدم علیہ السلام صرف پہلے انسان ہی نہیں بلکہ وہ خدا کے اولین پیغمبر بھی تھے۔ آپ کو خالقِ کائنات نے انسانی زندگی گزارنے کا طریقہ بذریعہ وحی سکھایا۔ تب سے آج تک کچھ عمل وہ ہیں جو حرام قرار دیے گئے ہیں، جنہیں محرمات ابدیہ کہا جاتا ہے مثلاً قتل، زنا، شرک، سود (وغیرہ) ان محرمات میں شامل ہیں۔ روزِ اول سے آج تک سود حرام رہا ہے۔ کسی دور میں کبھی بھی کسی پیغمبر نے کسی قوم کے لئے سود کو حلال قرار نہیں دیا۔ اللہ کی آخری کتاب جو سارے انسانوں کے لئے ہدایت ہے نظامِ زندگی کے طور پر آخری نبی سید المرسلین کے اوپر نازل فرمائی گئی۔ اس میں ربوٰ (سود کو عربی میں ربوٰ کہا جاتا ہے) سود کی حرمت ہمیشہ کی طرح برقرار رکھی گئی بلکہ قرآن مجید میں تو اس قدر ہولناک وعید ہے کہ سود خور طبقہ کو اللہ کی طرف سے اعلان جنگ کا الٹی میٹم دے دیا گیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ بنی اسرائیل کے انبیائے کرام کی سخت تنبیہ کے باوجود یہود نے مختلف خوبصورت الفاظ میں سود کو عملاً حلال کر لیا تھا۔ اس لئے آخری نبی پر جو کلام الٰہی نازل ہوا ہمیشہ کے لئے غضب خداوندی، لعنت اور جنگ کی وعید ثبت کر دی گئی۔ اس کے پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ

اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ (سورہ البقرہ، آیت ۲۷۸، ۲۷۹)

اس آیت کے نازل ہوتے ہی حضور ﷺ نے عرب کے ان قبیلوں کو جو سود کھاتے تھے، آگاہ کر دیا کہ اگر وہ سودی کاروبار اور لین دین سے باز نہ آئے تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ جو سود خوری اور اس کے کاروبار سے باز نہ آئے تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ بعض فقہا نے لکھا ہے، اسے قید کرنے پر اکتفا کیا جائے جب تک وہ سودی کاروبار سے باز نہ آ جائے۔ سودی خرابیوں کا ذکر قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے۔ ہر طرح کے سود سے منع کیا جا رہا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں سود کا یہ رواج عام تھا کہ جب ادائیگی کی مدت آ جاتی اور ادائیگی ممکن نہ ہوتی تو زیادہ سود کے ساتھ مدت بڑھادی جاتی۔ یہاں تک کہ وہ رقم دوگنی تین گنی سے بھی زیادہ ہو جاتی جسے سود مرکب کہا جاتا ہے۔ یعنی موجودہ Compound Interest جو پوری رقم پر لاگو ہوتا ہے۔ اس ظالمانہ نظام کو اسلام نے ختم کر دیا اور حکم دیا کہ اگر اس سے باز نہ آئے تو اس عذاب میں مبتلا کیے جاؤ گے جو کفار کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ دنیا کے لوگ دولت کی فراوانی کو کامیابی سمجھتے ہیں خواہ اس کے لئے جائز ناجائز، حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اس میں فلاح نہیں۔ فلاح متقی بننے یعنی خدا کے خوف میں ہے۔

سودی خرابیوں سے بچنے کے لئے زبردست تاکید ہے اور احادیث و قرآن میں اس کی خرابیوں اور وبال سے آگاہی دی گئی ہے۔ شرک کے بعد سود خوری کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جس لب و لہجے کا استعمال کیا گیا وہ کسی اور گناہ کے متعلق نہیں کیا گیا۔ اعلان جنگ کی بات کوئی معمولی بات نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سودی تحریر لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب اگرچہ مختلف مراتب کے ہیں مگر گناہ میں سب برابر کے شریک ہیں۔ (مشکوٰۃ، مسلم ۲/۲۷)

سود کا وبال: سود کے وبال ۷۳ قسم کے ہیں۔ سود کی خرابیوں کے ۷۳ قسمیں ہیں۔ ان خرابیوں میں سے ادنیٰ اور کمتر قسم ایسی ہے جیسے کوئی شخص (معاذ اللہ) اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا (زنا) کرے۔ (المستدرک ۲/۳۷) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں سود کے بارے میں سخت وعید کے الفاظ آئے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ایک درہم کوئی سود حاصل کرے، اللہ کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود ۳۳ بار زنا کرنے

سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔(شعب الایمان للبیھقی :۴/۳۹۲)

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے امت کو سات ہلاک و برباد کرنے والی چیزوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور ان سات چیزوں میں (۱) شرک (۲) جادو (۳) قتل ناحق (۴) میدانِ جنگ سے فرار (۵) تہمت لگانا (۶) یتیم کا مال ناحق کھانا (۷) سود خوری کا ذکر صریح فرمایا۔(بخاری جلد اول، حدیث ۳۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے کہ ان کو جنت میں داخل نہیں کریں گے اور نہ ان کو جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے (۱) عادی شرابی (۲) سود کھانے والا (۳) ناحق یتیم کا مال اڑانے والا (۴) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔(المستدرک :۲/۳۷)

حضرت حنظلہ (شہیدِ اسلام، غسیل الملائکہ، جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا) کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کا ایک درہم جسے کوئی جانتے ہوئے استعمال کرے ۳۶ مرتبہ زنا سے زیادہ شدید (بڑا) جرم ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو سود کھانے والا نہ ہو اور اگر کوئی سخت احتیاط کرے گا بھی کہ سود اپنے اختیار سے نہ کھائے تب بھی سود کے غبار اور اثر سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔(رواۃ احمد، ابوداؤد و نسائی)

چودہ سو سال پہلے اللہ کے بھیجے ہوئے بشیر و نذیر نبی ﷺ نے جو پیشن گوئی فرمائی تھی آخر کار وہ گھڑی آن پہنچی کہ آج روئے زمین پر (کچھ ہی متقی لوگوں کو چھوڑ کر) پوری اولادِ آدم اس لعنت میں گرفتار ہے۔ عالمی تجارت کی بنیاد سودی بینک پر منحصر ہے۔ تجارت ہو زراعت ہو یا صنعت یا مزدوری ہو۔ اس سود سے کسی نہ کسی پہلو سے ضرور ہی غبار آلود ہے۔ تجارت کا کوئی شعبہ بھی بغیر سودی بینک کے سہارے آگے نہیں بڑھتا۔ کھلے سودی کاروبار کے علاوہ یہود اور اہرمن نے گٹھ جوڑ کر کے اس سود کو ایسے حسین لفظوں میں ڈھال کر میٹھی گولی کی شکل دے دی ہے جیسے قتل اولاد کو خاندانی منصوبہ بندی، پریوار کلیان یا فیملی پلاننگ کی پرفریب اصطلاحوں میں چھپا کر نہ صرف اس بدترین درندگی کو گوارا کر لیا ہے بلکہ اسے ترقی اور روشن خیال بنا دیا گیا ہے اور پوری دنیائے انسانیت ظھر الفسا د فی البر و البحر کی چکی میں پس رہی ہے اور کراہ رہی ہے۔

سود اور بدکاری قہر الٰہی کا موجب:

Indian Centre for Islamic Finance کے مطابق آج دنیا ایک معاشی اور مالیاتی بحران سے دوچار ہے۔ لندن، پیرس، نیویارک، ہانگ کانگ، سنگاپور اور سوئزرلینڈ و امریکہ میں حاشیہ پر زندگی گزارنے والے عوام نے اپنی ضرورتوں اور مکانوں کے لئے قرضہ لیا پھر ان پر سود در سود کی ادائیگی میں ناکامی کے پیچیدہ عمل نے بڑے بڑے سرمایہ داراداروں اور بینکوں کو دیوالیہ ہونے کے دہانے پر کھڑا کر دیا ہے۔ اس بحران نے ایک طرف جدید معاشی سودی نظام کے منفی اثرات اور نقصاندہ نتائج کو دنیا کے سامنے ابھار کر پیش کر دیا ہے اور دوسری طرف اس نے اسلامی نظام معیشت جو کہ بلا سودی طریقہ پر مبنی ہے، پوری دنیا کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے اور اس پر عمل کرنے کا دعویٰ پیش کیا ہے۔

سود کی بے برکتی اور نحوست کے وبال کو قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ سود کو ہلاک (مٹاتا) کرتا ہے اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ہے، پسند نہیں کرتا ہے ہر ناشکرے گنہگار کو۔(القرآن، البقرہ آیت ۲۷۶)

سود اور صدقہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ صدقہ میں اپنا مال دوسرے کو دیا جاتا ہے اور سود میں دوسرے کا مال بلا مالی معاوضہ کے لے لیا جاتا ہے۔ صدقہ کی غرض رضائے الٰہی اور ثوابِ آخرت ہوتی ہے جبکہ سود کی غرض اللہ کے غضب سے نڈر ہو کر اپنی دولت بڑھانے کا لالچ ہوتا ہے۔ نتیجہ کا فرق قرآن بتاتا ہے۔ اللہ سود سے حاصل ہونے والے مال و دولت کی برکت و خیر کو ختم فرما دیتا ہے جبکہ صدقہ کرنے والے مال کو اور اس کی برکت کو بڑھا دیتا ہے۔ سود خور محروم کر دیا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: سود کا مال اگرچہ بڑھ جاتا ہے مگر اس کا انجام ہمیشہ بے برکتی اور کمی کی شکل میں آتا ہے۔ چونکہ سود حرام ہے اور حرام میں برکت نہیں۔ ایک حدیث میں ہے رسول ﷺ نے فرمایا کہ حلال گرچہ کم ہو لیکن اللہ نے اس میں برکت رکھی ہے۔

☆☆☆

☆امام وخطیب مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام نگر، کپالی، وایا: مانگو، جمشید پور (جھارکھنڈ) 09431332338
E-mail: hhmhashim786@gmail.com

کلام اولیاء اللہ میں بھی متشابہات ہیں

مفتی محمد نظام الدین رضوی ☆

کرم سرکار آسی کا ایک بار ہو جائے تو فکر و فہم اور قلب و روح سب دوبالا ہو جائے، جب میں نے حضرت آسی کے کلام کا جستہ جستہ مختلف غزلیں دیکھیں تو دل پر ایک عجیب کیف طاری ہوا۔ میں نے یہ محسوس کیا کہ حضرت سیدی شاہ عبدالعلیم آسی غازی پوری علیہ الرحمہ صاحب حال اور صاحب کشف اکابر اولیاء اللہ سے تھے۔ آپ کے کلام میں اہل سنت و جماعت کے عقائد اور ان کے معمولات کا ذکر واضح طور پر ملتا ہے اور ایسے عقائد اور معمولات کا بھی ذکر ہے جن میں دوسرے فرقے اور دوسرے نظریے کے لوگ ہم سے اختلاف رائے رکھتے ہیں اور ان کا وہ اختلاف رائے صحیح نہیں۔

مثلاً حضرت کے کلام سے میں نے بار بار محسوس کیا کہ آپ نظریۂ وحدت الوجود کے قائل تھے بلکہ وہ اس مرتبے پر فائز بھی تھے۔ قائل تو ہم لوگ بھی ہیں، فائز نہیں اور حضرت آسی غازی پوری علیہ الرحمہ اس منصب پر فائز بھی تھے۔ حضور سید عالم ﷺ کو باعث تخلیق کائنات اعتقاد کرتے تھے۔ عرض کرتے ہیں ؎

اے سر تخلیق آدم　　اے نورِ خلاق عالم ﷺ

اس میں انہوں نے حضور سید عالم نبی ﷺ کو باعث تخلیق کائنات بھی ظاہر فرمایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی اظہار کیا ہے کہ آپ بشر ہونے کے ساتھ ساتھ نور بھی تھے۔ قد جاء کم من اللہ نور، لو لاک لما خلقتك الارض والسماء۔ ان نصوص کی ترجمانی ہے اس مختصر شعر میں۔

وحدت الوجود کا ذکر تو بار بار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ؎

پوچھتے کہ سر وحدت کیا　　ما سوا کی بھلا حقیقت کیا

حضور سید عالم ﷺ کو آپ شفیع اعتقاد کرتے ہیں جب کہ ایک فرقہ حضور سید عالم ﷺ اور دوسرے انبیا کے لیے عقیدۂ شفاعت کو باطل اور شرک قرار دیتا ہے، بہت سے اشعار میں عقیدۂ شفاعت کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً

گنہ گار ہوں میں واعظو تمہیں کیا فکر
میرا معاملہ چھوڑو شفیع محشر پر

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دافع البلا ہیں، وہابیوں کا طبقہ دفع بلا حضور ﷺ کے لیے شرک اور حرام قرار دیتا ہے مگر حضرت کے کلام میں عقیدۂ دفع بلا کی صراحت بے شمار مقامات میں ہے۔ حضور سید عالم ﷺ سے بلکہ اولیاء اللہ سے بالخصوص حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے توسل کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ جو ہم سب کا اعتقاد ہے کہ سرکار غوث پاک رضی اللہ عنہ تمام اولیاء اللہ میں سب سے افضل مقام رکھتے ہیں۔

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب پردہ الٹ گئے ہیں دل وہ ہے آقا میرا

تو حضرت سیدی آسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ برملا اپنے اشعار میں فرماتے ہیں، مثلاً ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ ؎

گردنیں ہوں اولیا کی زیر پا
کون ایسا ہے سوائے غوث پاک

تقدیر اور تدبیر ہمارا عقیدہ ہے کہ تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے، بالقدر خیرہ و شرہ۔ اچھی بُری تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے۔ اس کی تصدیق ضروری ہے، اس کا مطلب ہے، اس کی شرح فرمائی ہے شارحین حدیث، علما اور فقہا نے، وہ اپنے مقام پر ہے، مگر تقدیر کا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ ہم تدبیر سے بے نیاز ہو جائیں۔ تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل رکھیں اور ساتھ ہی ساتھ اسباب کو بھی اختیار کریں تو پھر اللہ تعالیٰ اسباب کی وجہ سے کاموں کو وجود عطا فرماتا ہے، آپ فرماتے ہیں

مقدر میں ہو یوں سب کچھ مگر تدبیر لازم ہے
ایک قطرہ نہیں ملتا ہے بے تدبیر پانی کا

بہت سی جگہوں پر آپ کا کلام پڑھتے پڑھتے میں ٹھہر گیا، کیوں کہ میں اس کلام کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکا۔ یہ میرا قصورِ فہم ہے، ان

میں ایک بہت مشہور شعر جو بہت دنوں سے سنتا آ رہا تھا، اس کو میں نے پہلی بار کتاب میں پڑھا اور دیکھا۔ مثلا

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

اس طرح کے اور بھی کئی اشعار ہیں، حقیقت یہ ہے اس طرح کے اشعار کی کہ مجھے یاد آتا ہے کہ غالبا عاشق رسول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک مقام پر لکھا ہے:

''متشابہات جس طرح سے کلام الٰہی میں ہوا کرتے ہیں ،احادیث رسول اللہ میں بھی ہوتے ہیں۔''

اور اعلیٰ حضرت نے افاضہ فرمایا کہ کلام اولیاء اللہ میں بھی متشابہات ہوتے ہیں۔ تو جیسے ہم آیات متشابہات کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے ،اس لیے ہمیں اس میں غور و خوض کرنے سے بچنا چاہیے، اسی طرح ہم احادیث نبویہ کی متشابہات تک نہیں پہنچ سکتے، اسی طرح سے ہمیں اولیاء اللہ کے ارشادات متشابہات میں بھی غور و فکر سے بچنا چاہیے کہ ہم اس کی کنہ اور حقیقت تک کی رسائی اور اس کے صحیح مفہوم کے ادراک سے قاصر ہیں۔ ویسے مجھے پڑھتے وقت ایک حدیث پاک یاد آتی ہے: ینزل ربنا تبارك و تعالی۔ اور اس طرح کی اور حدیثیں ہیں کہ اخیر شب میں اللہ تبارک و تعالیٰ نزول فرماتا ہے آسمان دنیا کی طرف اور شب قدر کی احادیث میں تو بہت مشہور حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ تو یہ سب احادیث متشابہات ہیں، میرے خیال سے انہیں احادیث نبویہ کو سامنے رکھ کر یہ کلام کہا گیا ہے، اور وہ حدیثیں متشابہ ہیں اور یہ بھی متشابہ ہیں، اس لیے اس پر ہمیں غور و فکر سے احتیاط ہی کرنا چاہیے، یہی مسلک اسلم ہے اور اسی میں ہمارے لیے اور آپ کے لیے راہ نجات ہے۔

☆☆☆

☆صدر المدرسین و صدر شعبۂ افتاء و ناظم مجلس شرعی
جامعہ اشرفیہ مبارک پور

آل انڈیا آن لائن اسلامی انعامی مقابلے کے لیے رجسٹریشن جاری

ہندوستان کا پہلا واحد آن لائن اسلامی مقابلہ، پورے ہندوستان سے کوئی بھی لے سکتا ہے حصہ، عمر کی بھی کوئی قید نہیں، رجسٹریشن مفت

دینی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے مسلسل کام کر رہی تنظیم تحسینی فاؤنڈیشن کی جانب سے آل انڈیا آن لائن اسلامی انعامی مقابلے کا انعقاد کیا جا رہا ہے، قومی سطح پر ہونے والے اس مقابلے میں پورے ہندوستان سے تمام عمر کے لڑکے اور لڑکیاں حصہ لے سکتے ہیں۔ تحسینی فاؤنڈیشن کے سکریٹری مولانا حافظ توحید احمد خان رضوی نے بتایا کہ اس مقابلے کا اہم مقصد دینی تعلیم کو فروغ دینا ہے اور حصول تعلیم کیلئے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ تعلیم کے ذریعہ معاشرے میں پھیلی برائیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔ زمانہ تیزی سے بدل رہا ہے، ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ ہر کوئی ٹیکنالوجی سے جڑنے کا خواہش مند ہے، اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مقابلہ مکمل طور پر آن لائن رکھا گیا ہے، رجسٹریشن سے لے کر امتحان اور نتائج سب کام آن لائن ہوں گے۔ مقابلے میں شامل ہونے کے لئے رجسٹریشن جاری ہیں جو 20 مارچ 2016 تک جاری رہیں گے اور 27 مارچ 2016 بروز اتوار کو بوقت دوپہر ۳ بجے سے ۴ بجے تک اس کا آن لائن امتحان ہوگا۔ لوگوں کی خواہش پر رجسٹریشن کرانے کا طویل وقت دیا گیا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہوسکیں اور انھیں تیاری کرنے کے لئے بھی کافی وقت مل جائے۔

اس مقابلے میں حصہ لینے کے خواہش مند طلبہ و طالبات تحسینی فاؤنڈیشن کی ویب سائٹ www.tehseenifoundation.com پر جا کر رجسٹریشن کروا سکتے ہیں۔ رجسٹریشن کامیابی سے ہو جانے کے بعد ایک ای میل موصول ہوگا جس میں رجسٹریشن نمبر اور رجسٹریشن ہو جانے کے بارے میں معلومات دی جائے گی۔ مقابلے میں اول، دوم اور سوم مقام حاصل کرنے والوں کو گرانقدر دینی کتابیں بشکل انعام دی جائیں گی اور سرٹیفکیٹ فراہم کیا جائے گا، اس کے علاوہ پانچ خصوصی انعامات بھی دیے جائیں گے۔ یہ اپنی نوعیت کا ملک کا پہلا اور واحد آن لائن اسلامی مقابلہ ہے۔

قارئین کرام

جن حضرات کو ماہ نامہ کنز الایمان اعزازی بھیجا جاتا ہے، وہ خط لکھ کر، ای میل کر کے اطلاع دیں کہ ہمیں رسالہ موصول ہو رہا ہے، ورنہ رسالہ بند کر دیا جائے گا۔ ادارہ

تصوف فہمی　　　　تصوف عمل ہے اور بس

مدارس اور خانقاہوں کا نظامِ عمل

محمد عبدالمبین نعمانی قادری رضوی☆

آج مدارس اور خانقاہیں بہت تیزی کے ساتھ اپنی اِفادیت واہمیت کھوتی جارہی ہیں، اخلاقی قدروں کا فقدان بڑھتا جارہا ہے، مادہ پرستی کا ہر جگہ غلبہ نظر آرہا ہے۔ ان حالات میں ہر ایک کو اپنے ماضی کی طرف جھانک کر دیکھنے اور اسلاف کرام کے نظامِ عمل کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ آج بھی اگر خانقاہیں اور مدارس اپنا نظام درست کرلیں تو بہت جلد ہم ایک پاکیزہ انقلاب کی آہٹ محسوس کریں گے۔ اس سلسلے میں ہم حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی کی ایک شاندار کتاب "نظامِ عمل" سے ایک اقتباس ہدیۂ ناظرین کرکے اپنی بات کو پوری کررہے ہیں۔ مولانا خانقاہوں اور مدارس کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

☆تبلیغ واشاعت دین کے لیے ہمارے مدارس اور خانقاہوں نے جو عمیق خدمات انجام دی ہیں تاریخ اس کی شاہد ہے، علما ومشائخ ہی تھے جنھوں نے دنیا کے ہر حصۂ ملک میں پہنچ کر اسلام کی دعوت دی اور اپنے ولولۂ عمل اور مجاہدات سے دنیا کو مسخر کرڈالا۔ وہ نام ونمود سے دور، حق وصداقت، خلوص وللّٰہیت کا نمونہ تھے۔

☆ ان کی خانقاہوں سے روحانی اور مذہبی تربیت دی جاتی، شاگردوں سے شدید ترین ریاضتیں کرائی جاتیں تاکہ مجاہدات کے عادی ہوکر اسلام کی خدمت میں ہر مصیبت برداشت کرسکیں۔ ایک موقع پر سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ليس الاعتبار بالخرقة انما الاعتبار بالحرقة.

ہمارے یہاں خرقے کا اِعتبار نہیں بلکہ اعتبار حرقہ (یعنی خود کو جلا دینے) کا ہے۔

☆ان حضرات کے شاگردوں کو اس وقت تک خرقۂ خلافت نہ دیا جاتا جب تک وہ اپنے وجود کو عشق الٰہی میں فنا نہ کردیتے۔ جس وقت یہ جماعت روحانی علوم کی تکمیل کرلیتی اور شیخ کی نظر میں یہ حضرات مکمل ہوجاتے تو ایک ایک حصۂ ملک دعوت وتبلیغ کے لیے تجویز فرما کر روانہ کیا جاتا، پھر یہ روحانی معلّمین جہاں پہنچتے ان کی زندگی کا مقصد صرف خدمت خلق ہوتا، نہ توانھوں نے اپنے مریدین کو جلبِ منفعت کا ذریعہ بنایا، نہ ان کو بلند عمارتوں، محلاتِ شاہی کا شوق تھا۔ وہ اپنی کملی اور ٹوٹی جھوپڑی میں بادشاہت کرتے تھے۔

☆ آج بھی ان حضرات کی روحیں اپنی اپنی آرام گاہوں میں رہ کر رشدوہدایت فرمارہی ہیں لیکن جواُن کے نام لیوا ہیں وہ اپنے جادۂ ہدایت سے کوسوں دور ہیں۔ کاش! ہمارے صوفیہ کرام کی محترم جماعت اپنے اہم فرائض پر غور کرے اور خانقاہوں میں قدیم نظام عمل جاری کرے تو آج ہماری قوم کہاں سے کہاں پہنچ جائے۔

☆ طلبۂ روحانی جمع کیے جائیں، خلفاومریدین کو سلف کی تعلیمات دے کر رشدوہدایت کے لیے ایک ایک گوشے میں پھیلا دیا جائے، اگر ہماری خانقاہیں اشاعت دین کے لیے متحرک ہوجائیں تو پھر قلیل عرصے میں ان کے نتائج بہتر سے بہتر رونما ہوسکتے ہیں۔

☆اعراس ومحافل وغیرہ میں اکابر اولیاء اللہ کی خدا پرستی، خشیت الٰہی، اطاعت نبوی، خدمت خلق کے کارنامے سنائے جائیں، محض کشف وکرامات ہی پر تقاریر محدود نہ رکھی جائیں بلکہ ان حضرات کی زندگی کے تمام گوشے مریدین ومعتقدین کے سامنے پیش کیے جائیں تاکہ مردہ قلوب میں حیاتِ نو پیدا ہو، مجاہدات وریاضت کے طریقوں کی تعلیم دی جائے، مریدین وخلق کو سادگی وایثار، خدمت قومی ومذہبی کا عادی بنایا جائے۔ یہی وہ مبارک مقاصد تھے جن پر مشائخ کبار نے عمل فرمایا۔" (نظام عمل: ص۲۴۹ تا ۲۵۰۔ تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں)

مدارس اور خانقاہوں میں ہم آہنگی ایک ضروری چیز ہے، مدارس روحانی وقار بحال کریں تو خانقاہیں علم شریعت کے حصول کی طرف جادہ پیما ہوں۔ روحانیت سے عاری اور خشک علم بھی تباہی کا پیش خیمہ ہے اور طریقت کا نام لے کر شریعت سے دور رہنے والی خانقاہیں نظام عالم کو تباہی کے دہانے کی طرف لے جانے والی ہیں۔

علم پر طریقت کا روغن چڑھانا چاہیے اور طریقت تو بے شریعت بے حقیقت ہے ہی، اس میں علم شریعت کی روح پھونکنا زندگی کی علامت ہے۔ آج امت میں جو انتشار ہے، میں سمجھتا ہوں اس کی بہت بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ شریعت والے طریقت سے دور ہوتے جارہے ہیں اور طریقت کے نام لیوا شریعت سے نابلد۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ جو علم شریعت وطریقت دونوں کے امام تھے فرماتے ہیں:

''شریعت تمام احکام جسم وجان وروح وقلب وجملہ علوم الٰہیہ ومعارف نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے۔'' (مقال عرفا باعزاز شرع وعلما)

یعنی بغیر شریعت آدمی طریقت میں قدم ہی نہیں رکھ سکتا۔ مدارسِ اسلامیہ میں طریقت کے مسائل بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ قرآن پاک، حدیث شریف حتیٰ کہ فقہ میں بھی طریقت کے مسائل ورموز ہیں لیکن سرسری پڑھنے پڑھانے والوں کی نگاہیں وہاں نہیں پہنچتی ہیں۔ اس لیے سب کچھ پڑھ کر بھی روحانیت سے کورے رہ جاتے ہیں، اس کے لیے سچے مرشد کی ضرورت پڑتی ہے لیکن مرشد کی صحبت وتربیت سے ہی کچھ کام بنتا ہے، ورنہ مروجہ پیری مریدی تو محض حصولِ نسبت کا نام ہے، اگرچہ یہ بھی بہت کارآمد ہے لیکن تربیت چیزے دیگر است، پھر بھی مدرسین توجہ دیں تو بہت سے مسائل تصوف اور رموزِ طریقت کا استخراج کرسکتے ہیں، اور اگر استاذ باعمل وبااخلاق ہے تو اس کی ذرا سی توجہ سے تلامذہ اخلاق وتصوف کا درس لے سکتے ہیں اور، روحانیت کی تعلیم بھی۔

☆☆☆

☆مہتمم دارالعلوم قادریہ، چریاکوٹ، مئو (یوپی)
رکن المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ (یوپی)
Mob: 09838189592

مولانا محمد امجد علی قادری برکاتی کا وصال

۴محرم الحرام ۱۴۳۷ھ/ ۱۸، اکتوبر ۲۰۱۵ء ڈانڈیل کرناٹک کے معروف عالم دین حضرت مولانا محمد امجد علی قادری برکاتی ولد ثابت علی انصاری مرحوم کا دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہوگیا۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کی عمر ۵۱ سال کی تھی۔ کرناٹک میں معروف ومقبول خطیب حضرت مولانا احسان علی قادری مرحوم کے آپ چھوٹے بھائی تھے جو ممبئی کی کھڑک جامع مسجد کے امام وخطیب تھے، حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم پر آپ نے امامت کی ذمے داری قبول کی تھی۔ مولانا امجد علی قادری نے ابتدائی تعلیم مولانا نثار احمد قادری یارعلوی (شاگردِ خاص بدرالعلماء حضرت مولانا بدرالدین رضوی) سے حاصل کی۔ مدرسہ برکاتیہ موید الاسلام مگھر بستی میں بھی تعلیم پائی جہاں مولانا ذکی احمد برکاتی اور صوفی سخاوت علی برکاتی سے کسب علم کیا۔ ۱۴۰۲ھ میں حفظ وقرأت کی تکمیل کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں داخل ہوئے۔ آپ کے معروف اساتذہ کرام میں حافظ ملت علامہ عبدالعزیز اشرفی محدث مبارک پوری، پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی خطیب مشرق، مجاہد دوراں مولانا مظفر حسین اشرفی کچھوچھوی، حضرت صوفی محمد نظام الدین برکاتی مصباحی، مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری عباسی، حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی شیخ الحدیث، بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی، شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری، فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی، شیخ القرآن مولانا عبدالرحیم کانپوری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مشائخ میں سید العلماء حضرت سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی سے زیادہ قریب رہے اور آپ ہی کے مرید وخلیفہ تھے۔ 1982ء سے آپ نے دینی تعلیم وخطابت کی خدمت کا سلسلہ شروع کیا، منیر آباد بیلگام ہبلی، امبیکا پور، ڈانڈیل وغیرہ میں تدریسی خدمت انجام دی۔ آپ ایک نرم مزاج انسان اور خوش اخلاق عالم دین تھے۔ پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ۴ فرزند، ایک دختر ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی بخشش فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

محمد عبدالقادر برکاتی۔ ڈانڈیل کرناٹک 8123181107 noorlaini92@gmail.com

اصلاح معاشرہ — خطابی سلسلہ

نکاح سے بھلائیاں وجود میں آتی ہیں

تیسری قسط

خطاب: مفتی محمد ضیاء الدین نقشبندی......................جمع وترتیب: محمد یونس برکاتی☆

میں اپنی ماؤں سے بھی کہنا چاہوں گا، تم آج عورت ہو، لیکن تم نے بھی تو کتنی عورتوں کو نظر انداز کیا ہے، کتنی بیٹیوں کو رجیکٹ (Reject) کی ہو، باوجود اس کے سسر نے کہا، خسر نے کہا، بہو منظور ہے، لڑکے نے کہا امی جان! میں اس لڑکی کو رفیق حیات بنانا چاہتا ہوں، ماں نے کہا کہ بیٹا چار لوگوں میں میری عزت چلی جائے گی، اوروں کی بہو خوبصورت ہوگی، تیری بہو بدصورت ہوگی تو میری ناک کٹ جائے گی۔ بہنیں کہنے لگیں بھیا آپ کی دلہن اچھی ہونا چاہیے تا کہ ہم بھی ناز کرسکیں کہ ہماری بھابھی جنت کی حور لگ رہی ہے، پری لگ رہی ہے، تمہاری وجہ سے اس کا دل پھر بھٹک گیا، اس نے کہا ٹھیک ہے میں اس کو رجیکٹ کر دیتا ہوں۔

عزیزو! میری بہنو! تمہاری وجہ سے کتنے گھر برباد ہو رہے ہیں، اگر تم کو بھی ایسا ہی کیا جاتا تو کیا آج تم ماں بنتیں؟ آج تم نانی بنتیں؟ آج تم دادی بنتیں؟ سوچو! تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو پھر اس کے بعد اگر اولاد نہیں ہو رہی ہے تب بھی اس کو طعن دیا جا رہا ہے کہ اس لڑکی کو اب تک بچہ نہیں ہوا۔ ارے ظالم اُس کا قصور کیا ہے؟ قرآن کو پڑھ، قرآن نے عورت کو کیا کہا: نسائکم حرث لکم فأتوا حرثکم کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، وہ کھیتیاں ہیں، ان کھیتیوں سے تم کو کیا شکایت ہے؟ محنت کرنے والے تم، ہل چلانے والے تم، بیج بونے والے تم، تمہاری غلطی کی وجہ سے اس پر تم ملامت کر رہے ہو، شرم کرو، حیا کرو۔ اللہ نے تم کو ذمہ دار بنایا ہے، تمہاری کوئی کمزوری ہوگی، تم اس کا کیوں خیال نہیں کرتے۔ بیوی اب تک حاملہ کیوں نہ ہوئی، اولاد کیوں نہیں ہوئی، دو سال ہوگئے، تین سال ہوگئے، چار سال ہوگئے، کبھی کبھی پریشان ہو جاتی ہے، ذہنی توازن کا شکار ہو جاتی ہے۔ طعنے دینے والیوں میں خاندان کی عورتیں بھی ہیں۔

پھر اس کے بعد اس کو نصیب سے اللہ نے اولاد دے دی، اگر بچی پیدا ہوگئی، تو ناراض ہونے والی دادی ہی نظر آتی ہے، کہتی ہے ارے لڑکی ہی پیدا ہوئی، بیٹی ہی پیدا ہوئی، ارے تم نے جس وقت اس دنیا میں قدم رکھا تھا، تم پر ناراض ہو کر گڑھے میں داب دیتے تو کیا تم ناراض ہوتیں؟ تم پر بھی تو اللہ کا احسان ہے، اس احسان کو تم کیا سمجھ رہی ہو؟ تمہیں تو کم سے کم یہ نہیں بولنا چاہیے تھا، اگر تمہارا نالائق بیٹا کہتا کہ بیٹی ہی پیدا ہوئی، تو کہتی کہ بیٹا تمہاری ماں بھی کسی کی بیٹی تھی۔

عزیزانِ محترم! یہ ساری چیزیں جس کا خیال کرنا ہماری ذمہ داری ہے اس کے لیے آسمان سے کوئی نئی مخلوق آنے والی نہیں ہے ؎

نئے اصول آتے نہیں چمن میں گل کھلانے کو
یہی ذرے ابھرتے ہیں یہی مٹی سماتی ہے
ہم کو بننا ہے نشانِ راہِ منزل دوستو !
ہم اگر بھٹکے تو کتنے کارواں کھو جائیں گے

ہمیں اپنی ذمہ داری کو سمجھنا چاہیے، کوئی اور ہمیں جگانے نہیں آئے گا، کوئی اور ہماری آنکھیں کھلوانے نہیں آئے گا، کوئی ہم سوتوں کو جگانے نہیں آئے گا، خود ہم ہی کو جاگنا ہوگا اور اللہ کے بیان کردہ فیصلوں پر راضی رہنا ہوگا کہ مولا تیرے ہر فیصلے پر ہم راضی ہیں اور جس کے چہرہ پر تم عیب نکالتی ہو، ارے اس کے چہرہ میں کس نے عیب پیدا کیا؟ ارے تم نے رب العالمین کے قرآن کو پڑھا بھی ہے؟ تیرے اللہ نے فرمایا: یٰٓا یُّھَاالْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ۔ اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ۔ فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَاشَآءَ رَكَّبَكَ۔ (اے غرور کرنے والے انسان!) اے دھوکے کے شکار انسان! تیرے رب کریم نے کسی کو دھوکے میں رکھا ہے؟ جس نے تجھ کو پیدا کیا، تیرے اعضا کو کامل طور پر بنایا، تجھے معتدل قامت عطا کیا، اعتدال قامت والا بنایا، توازن تیرے اعضا میں پیدا کیا، ہر چیز تناسب کی تیرے اعضا میں ودیعت فرما دی، فی ای صورةٍ ماشاء رکبك۔ جس صورت میں اس نے چاہا اُس نے تجھ کو جوڑ دیا۔ تو صورت میں عیب نکالنے والو اُس بچی کا وہ چہرہ جو تم کو بھاتا نہیں،

اس بچی نے اپنا چہرہ خود نہیں بنایا ہے بلکہ اس کے رب نے بنایا ہے۔تم خالق کے خلق میں عیب نکال کر رب کو راضی کر سکتے ہو؟ فی ای صورۃٍ ماشاء رکبك۔ جس صورت میں رب نے چاہا تو اس نے پیدا فرمایا۔اس کو کالی بنایا تو کس نے؟ جب اس رب نے چاہا تو بنایا، اس کو اگر بدشکل بنایا تو چاہا رب نے اسی شکل میں بنانا تو اُسی شکل میں بنایا۔فرمایا میں نے چاہا تو بنایا، تو جس کو میں نے چاہا تو اُسی پر اعتراض کرتا ہے، ارے نادان! کس غلطی کا شکار ہو رہا ہے، دیکھ تیری آنکھیں بند ہوں گی تب پتہ چلے گا۔سارے جمال و روشنی کے تیرے جتنے بھی درجات ہیں سب یہیں کے یہیں رہ جائیں گے۔اخلاق کی خوبصورتی پیدا کر، سوال جو حسن و جمال کا ہے اسی اخلاق جمال کی طرف توجہ کی جائے، اخلاق کے حسن کی طرف توجہ کی جائے۔

عزیزانِ محترم! اللہ کے حبیب نے ہمیں یہی ہدایات عطا فرمائی ہیں کہ معیار جس کو بنانا ہے بنالو، دین داری کو معیار بناؤ، اخلاق کو معیار بناؤ، جب تم اخلاق کو معیار بناؤ گے، دین داری کو معیار بناؤ گے تو کیا ہوگا؟ جب وہ بڑے ہوں گے، شادیاں کریں گے جو اخلاق والے ہوں گے تو وہ بداخلاق اور بدتمیزی سے شادیاں نہیں کریں گے، تقریبوں میں ناچیں گے نہیں، گانے نہیں گائیں گے،، ڈھول تماشے نہیں کریں گے، آتش بازی نہیں کریں گے، شراب اور مئے نوشی کی مجلسیں نہیں سجائیں گے، رقص و سرور کی محفلیں منعقد نہیں کریں گے، کیونکہ وہ اخلاق والے ہوں گے۔یعنی رشتے کے معاملہ میں کیا کرنا چاہیے، تو فرمایا کہ پہلے انتخاب صحیح کرو، اچھا لڑکا دیکھو، اچھی لڑکی دیکھو، جب وہ اخلاق والے ہوں گے، جو اولاد پیدا ہوگی تو وہ اس پر شکوۂ تقدیر نہیں کریں گے بلکہ رب کی تقسیم پر راضی رہیں گے، لڑکا پیدا ہو تو بھی راضی، لڑکی پیدا ہو تو بھی راضی اور پیدا نہ ہو تو بھی راضی، کیونکہ رب نے فرمایا:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ۔ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ۔ (ترجمہ) اللہ ہی کے لیے زمین وآسمان کی بادشاہت ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بانجھ رکھتا ہے، بیشک وہ علیم قدیر ہے۔

اب اچھا نکاح کرلو، اس کے بعد اولاد بااخلاق بنے گی، آپ کی تربیت کی وجہ سے جب وہ بااخلاق ہوگی اور اس دینی ماحول میں اپنی شادی کرنا چاہے گی۔(آپ نے تو اپنی شادی کر لی جناب!) اب آپ ان کی شادی میں چاہتے ہیں کہ گانے ہونا چاہیے، گانے والیوں کو لانا چاہیے، ڈی۔جے۔ہونا چاہیے، باجے ہونا چاہیے، گاجے ہونا چاہیے۔اب بچہ کہے گا بابا! ہم اپنی آخرت کو برباد نہیں کر سکتے، یہ جائز نہیں، یہ حرام ہے، کیوں؟ اب جب وہ دلہن آئی تھی جو تمہاری بہو تھی جب وہ گھر کے اندر آئے گی تو وہ اسلامی گھر بنائے گی، قرآن کا ماحول بنائے گی، جب تم کوئی شادی کرنا چاہو گے تو تمہارے ذہن کو بنائے گی، کہے گی نہیں ممی جان۔مادر مہربان کو سمجھائے گی کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کر کے خوشیاں کیسے حاصل کر سکتے ہیں، ہمارے حبیب پاک نے منع فرمایا، کیسے منع کیا، سنو قرآن میں رب کا ارشاد ہے: ومن الناس من یتخذ لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللّٰہ بغیرعلم ویتخذھا ھزوا۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو آلات لہو ولعب کو خریدتے ہیں، گانے بجانے کے ساز وسامان کو خریدتے ہیں (خریدنے کا مطلب فقط صرف خریدنے پر ہی حکم نہیں بلکہ خریدیں یا اجرت پر لائیں) کیوں حاصل کرتے ہیں لیضل عن سبیل اللّٰہ بغیر علم تاکہ جہالت میں رہ کر اللہ کے راستے سے لوگوں کو ہٹا دیں، بہکا دیں، گمراہ کر دیں، ویتخذھا ھزوا۔اس کو مذاق اور دل لگی کا ذریعہ بنا دیں۔اب ذرا شادی کے موقع پر گانے بجانے والوں سے پوچھو، غلط تماشے کرنے والوں سے پوچھو کہ یہ کام تم کیوں کر رہے ہو؟ تم تو جلسے بھی کرتے ہو، مزاروں پر بھی جایا کرتے ہو، محفلیں بھی منعقد کرتے ہو، علما سے بھی تمہارا تعلق ہے، کہتے ہیں کہ مولانا! یہ تو شادی کا موقع ہے شادی کے موقع پر ہم کیا کریں، بچے کر رہے ہیں، بچوں کی خوشیوں میں ہمیں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے اور خوشیوں کے موقعوں پر ایسی پابندی بھی نہیں کرنی چاہیے، اسلام نے تو خوشی کو کسی طرح منانے سے روکا نہیں۔اب آیت پڑھتے ہیں: وبذلك فلیفرحوا کہ خوشی مناؤ اللہ کا حکم ہے۔تعلیم یافتہ طبقہ یہ ذہن دیتا ہے کہ کیسے بھی خوشیاں مناؤ کوئی قید نہیں، کہیں بھی ہو، کیسے بھی ہو خوشی کے موقع پر اسلام روکتا بھی نہیں، کیسے بھی خوشیاں مناؤ مگر مطلق

العنان تو نہیں بنایا نا کہ جیسے چاہو منا لو، خوشی منانے کے اسلام میں طریقے ہیں۔ اللہ کے حبیب نے بھی شادیاں کروائیں صحابہ کی، خوشیوں کا اہتمام وہاں بھی ہوا۔ اسلام خشک دین نہیں، خوشی کا دین ہے۔ اسلام فطرت کا دین ہے۔ تم کو خوشی کے موقع پر خوشی منانے کی بھی اجازت دیتا ہے اور غمی کے موقع پر آنسو بہانے کی بھی اجازت دیتا ہے، ایسا نہیں کہ رونا نہیں چاہیے، جیسے کہ بعض کم تعلیم یافتہ لوگ کہتے ہیں کسی کا انتقال ہوگیا، صبر کرو اور غمی کے آنسو نہ بہاؤ، ایسا نہیں ہے، ابھی تم نے اسلام کو سمجھا نہیں۔ امام الانبیاء کے شہزادے حضرت ابراہیم وفات پا گئے، سرکار کی آنکھوں سے آنسو بہہ گئے، صحابہ نے عرض کیا: حضور آپ رو رہے ہیں، تو آقا نے ارشاد فرمایا: آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں، دل غمزدہ ہے مگر زبان سے وہی نکلتا ہے جو رب کو پسند ہے۔ اسلام نے غم کے موقع پر رونے سے نہیں روکا ہے، فطرت کا غم ہے تو فطرت کا تقاضا ہے، غم کے موقع پر اگر آنسو بہہ جاتے ہیں تو یہ تقویٰ کے خلاف بھی نہیں، ولایت کے خلاف بھی نہیں، یہ بزرگی کے خلاف بھی نہیں اور خوشی کے موقع پر چہرہ کھل اُٹھے اور مسرت کے نغمات کہے جائیں، تہنیتی اشعار کہے جائیں، اسلام اس کی بھی اجازت دیتا ہے۔

سنو! بی بی عائشہ کے پاس ایک عورت آئی، اس کا انھوں نے نکاح کروادیا۔ نبی کریم ﷺ نے یہاں بھی پوچھا اے عائشہ! کیا تم نے ان کے ساتھ خوشی کا اہتمام کرنے والے انتظامات بھی کیے ہیں؟

حبیب پاک نے فرمایا شادی کی خوشی کے موقع پر کوئی خوشی کے نغمہ پڑھنے والے بھی ہوتے تو اچھا تھا، کچھ بچیوں کو بھیج دیا جاتا جو خوشیوں کے نغمہ گاتیں، تا کہ خوشی کا سماں بندھ جاتا، تو خوشیوں کے موقع پر ترانے پڑھوانا منع نہیں، خوشی کے موقع پر تہنیتی اشعار نکاح میں پیش کیے جائیں منع نہیں، منع کیا ہے؟ رقص و سرور منع ہے، گانے بجانے منع ہے، کیونکہ غیر شرعی رسوم کو فروغ ملتا ہے، خوشی کے موقع پر تہنیتی اشعار پڑھے جائیں، نظمیں پڑھی جائیں، اسلام اس کو روکتا نہیں، مگر اس میں غیر شرعی باتیں نہ ہوں۔ کسی عورت کے حسن و جمال کو نمایاں نہ کیا جائے، اس میں عورتوں کے محاسن کی طرف اشارہ نہ کیا جائے، ایسا پاک و صاف کلام جس میں مبارکبادی کے اشعار ہوں، دل کے جذبات کی ترجمانی کی جائے اور منظر کھینچا جائے کہ خوشیوں کا سماں بن گیا ہے، رحمتوں کی برسات ہو رہی ہے، ہر کوئی خوشیوں میں پھولے نہیں سما رہا ہے، ایسی تعبیر و استعارات جائز ہیں، اسلام روکتا نہیں اس سے۔

اسلام کس چیز سے روکتا ہے، کون سی چیزوں سے منع کرتا ہے، تو آؤ میں بتاتا ہوں، ناچنے سے روکتا ہے، ڈانس سے روکتا ہے اور آج کل کے گندے مضامین اور موسیقی کے آلات سے روکتا ہے۔ اس لیے کہ اس کو حبیب پاک نے ناجائز قرار دیا، یہی وہ چیزیں ہیں کہ قرآن مجید میں جس کو مشرکوں کا طریقہ بتایا ہے۔

میں نے جو آیت کریمہ پڑھی ہے وہ جانتے ہو ۲۱ویں پارے میں سورہ لقمان کی آیت ہے، اس میں اللہ نے بیان کیا، کس کا بیان کیا؟ مکہ مکرمہ میں سرکار قرآن پڑھا کرتے تو یہ گانے بجانے والے کون تھے اور آج یہ کام کرنے والے اپنا نسب کس سے ملانا چاہتے ہیں، سوچیں۔ ان کا یہ سلسلہ کس سے ملتا ہے؟ صحابہ سے نہیں ملتا، آل مصطفیٰ سے نہیں ملتا، اولیا اور شہدا سے نہیں ملتا بلکہ یہ دشمنان دین سے ملتا ہے، کیوں وہ لوگ ایسا کرتے تھے جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو نوجوان قرآن کی تلاوت کی وجہ سے متاثر ہوتے، جہاں تک آواز پہنچتی دل سے کفر کی تاریکی دور ہوتی اور ایمان کا اُجلا دل میں گھر کرتا، انقلاب آجایا کرتا تھا، تو نظر بن حارث، منافقوں اور کفار کا ایک سرغنہ تھا وہ ایران کو گیا، روم کو گیا، وہاں سے بادشاہوں کے قصے کہانیاں اور ناولیں لے آیا، وہاں کی مغنیات کو لے آیا، گلوکاروں کو لایا، ناچنے والیوں کو لایا خرید کر اور اس کے بعد لوگوں سے کہتا تھا اے لوگو! محمد عربی ﷺ تم کو آگ و عذاب کے واقعہ سناتے ہیں، ڈراؤنے قصے سناتے ہیں، خوف کی باتیں سناتے ہیں، آؤ میں تم کو خوشی کی خبر سناتا ہوں، دل بہلانے والی باتیں سناتا ہوں، لوگوں کو بلاتا تھا، خدا کا کلام سننے سے روکتا تھا اور قصہ و کہانی سناتا تھا۔ اس کے بعد وہ گانے والیوں سے کہتا، گاؤ اور ناچو، رقص و سرور کا اہتمام ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ کا کلام سننے سے روکنے کی کوشش کی جاتی تھی، جب اس سے کہا جاتا، آ قرآن سن، تو انحراف کرتا تھا اور پیٹھ پھیر کر چلا جاتا تھا۔ گویا کہ قرآن سن کر ایسا ہوتا تھا کہ گویا قرآن سنا ہی نہیں۔ اللہ نے اس کا تذکرہ فرمایا:

ومن الناس من یشتری لھو الحدیث

مسلمانوں سنو! برائی کرنے والے کے متعلق اللہ کے قہر والے

جملوں کو سنو، فرمایا کچھ ایسے لوگ بھی ہیں: ومن الناس من یشتری لهو الحدیث جولہو ولعب اور کیف وسرور والے آلات کو خریدتے ہیں، گانے بجانے کے آلات کو لیتے ہیں، کیوں؟ لیضل عن سبیل اللّٰه بغیر علم کہ وہ جہالت میں ہیں، چاہتے ہیں کہ جہالت کی وجہ سے اللہ کی راہ سے لوگوں کو روک دیا جائے، قرآن سننے نہ دیا جائے؟ اے لوگوں! اب میں پوچھنا چاہتا ہوں اللہ کے لیے بولو! کہ عقد نکاح جیسا کہ میں نے کہا کہ دنیا کا معاملہ، مگر اس کا کس سے تعلق ہے، عبادت سے جڑا ہوا ہے، جیسا کہ عبادت میں ثواب کی بشارت ہے ایسے ہی اس میں ہے بلکہ نکاح میں مشغول ہونا، نفل میں مشغول ہونے سے زیادہ بہتر وافضل ہے، اسی لیے عقد نکاح میں خطبہ مقرر کیا گیا، جب تم کاروبار کرنے جاتے ہو تو وہاں بھی ایجاب و قبول ہوتا ہے کہ نہیں؟ کہ میں نے فلاں چیز کو بیچا اور میں نے فلاں چیز کو خریدا، یہ معاملات ہوتے ہیں کہ نہیں؟ وہاں یہ سب کارروائیاں ہوتی ہیں کہ نہیں؟ کیا خرید وفروخت کے وقت کبھی خطبہ پڑھا جاتا ہے؟ تو نکاح میں خطبہ کیوں ہے؟ اس لیے کہ یہ عبادت ہے۔ جیسا کہ جمعہ میں خطبہ ہے، عیدین میں خطبہ ہے، اسی طرح نکاح کے موقع پر بھی خطبہ ہے، تو نکاح کو تم سمجھو۔ عبادت سے جوڑ دیا، اس لیے خطبہ کو برقرار رکھا اور خطبہ کیا ہے؟ اللہ کی حمد وثنا بیان کرنا، قرآن کی آیت پڑھ کر تمہیں خوف خدا سے ڈرایا جاتا ہے، آخرت کی ہولنا کیوں سے تم کو آگاہ کیا جاتا ہے، کرایا جاتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ خوشی کے موقع پر کچھ بشارتیں سنائی جاتیں، مگر ہر آیت تقوی سے کیوں شروع ہوتی ہے؟ کہ ڈرو اللہ سے، خوف کھاؤ، پرہیز گاری کی زندگی گزارو، یاد محشر کی دلائی جاتی ہے، خوشی میں موت کا تذکرہ ہونا چاہیے، نہیں، مگر وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْن۔ موت آئے تو اس حال میں کہ مسلمان ہو، خطبہ میں یہ سب بتایا جاتا ہے۔ اب وہ نظر بن حارث کرتا کیا تھا؟ گانے باجے میں لگا کر لوگوں کو قرآن سننے سے روکتا تھا۔

مسلمانو! شادی کے موقع پر یہ ناچ گانے کا اہتمام کر کے خطبہ کی اہمیت تمہارے اندر سے نکل رہی ہے، خطبہ بس برائے نام رہ گیا اور دھیان سے سنا بھی نہیں جاتا، اس میں ہدایات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ شادی میں دو دن پہلے سے گانے بجانے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور ڈی. جے. لگا کر مائک پر سب کچھ ہو رہا ہے، زوردار طریقہ سے۔ اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق بھی ہیں، اسلام نے ہر چیز سے متعارف کرایا۔ مسلمانوں! یاد رکھو، نہ جانے کتنے ایسے انسان ہیں جو کرب واضطراب میں کروٹیں بدل رہے ہیں، ان کی نیندوں میں تم نے خلل ڈالا، ان کی روحوں کو تم نے متاثر کیا اور تم کو یاد نہیں کہ اسلام نے پڑوسیوں کے ساتھ برتاؤ کا کیا طریقہ بتایا ہے۔

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا مومنوں کی ماں، ہماری جان و مال، ہمارے ماں باپ ان پر قربان، اپنی مقدس زبان ترجمان سے فرماتی ہیں کہ آقا نمازِ تہجد کے لیے اٹھتے تھے، ویسے تو آپ بھی نمازِ تہجد پڑھتی تھیں، مگر ماہواری کے زمانہ میں ظاہر سی بات ہے فرض بھی پڑھنا نہیں تو تہجد بھی نہیں ہوگی، فرماتی ہیں کہ سرکار جب بستر سے اٹھتے تو اتنی آہستگی سے اٹھتے کہ مجھے احساس تک نہیں ہوتا۔ نعلین کریمین پہنتے تو اتنی آہستگی سے پہنتے کہ آواز بھی نہیں سنائی دیتی، کاشانہ اقدس کا دروازہ کھولتے تو ایسے کھولتے کہ آواز بھی نہیں ہوتی۔ یہ اس نبی کا عمل ہے جو نمازِ تہجد کے لیے اٹھ رہے ہیں، اللہ کی عبادت اور بندگی کے لیے اٹھ رہے ہیں، جن کا اٹھنا بھی عبادت ہے، جن کا دروازہ کھولنا بھی عبادت ہے، جن کی اطاعت عبادت ہے، اجر وثواب ہی ثواب ہے۔ اے میرے عزیزو! میرے آقا نے ہم سب کو بتلایا ہے کہ میں تمہارا نبی ہوں اور میں آہستگی کو پسند کرتا ہوں، راحت کو پسند کرتا ہوں، کسی کی نیند میں خلل ڈالا جائے یہ مجھے پسند نہیں، تم اس نبی کے امتی ہو، تم اپنی خوشی کے موقع پر ان کا دل دکھا رہے ہو، کتنے لوگ تمہاری وجہ سے پریشان رہتے ہیں۔ اب بتاؤ یہ جائز کیسے ہوگا؟ ویسے بھی گانے بجانے کو اسلام نے منع فرمایا ہے، لیکن جائز طریقہ کی وہ آوازیں جس سے کہ شور مچے، لوگوں کی نیندوں میں خلل واقع ہو تو وہ ہرگز جائز نہیں، مسلمانو! اس سے بھی رکنا ضروری ہے۔ (جاری)

☆☆☆

☆رکن الثقلین فاؤنڈیشن، قصبہ ککرالہ، ضلع بدایوں ا

عقیدہ ونظریہ | **راہِ عمل**

سنی رہو، سنی بنو، سنی بناؤ!

ملفوظات کے تناظر میں مفتی اعظم راجستھان حضرت مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی اجملی کی عملی زندگی کا پیغام

محمد عارف رضا نیّر اشفاقی☆

مجمع الحسنات منبع البرکات واقف علوم خفی وجلی فرد وقت حضرت مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی اجملی مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت باسعادت ۱۹۱۹ء میں موضع شیونالی تحصیل امروہہ ضلع مرادآباد یوپی میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے ''مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی بن محمد الطاف حسین بن کریم بخش بن خدا بخش۔''

مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم سنبھل میں دس سال تعلیم حاصل کی، ۲۲، سال کی عمر شریف میں دینی علوم کی تکمیل ۱۹۴۳ء میں فرمائی۔ آپ نے شرف بیعت مفتی اعظم سنبھل حضرت علامہ محمد اجمل شاہ سنبھلی علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کیا۔ خرقۂ خلافت بھی اجمل العلماء کے علاوہ محدث اعظم ہند، مفتی اعظم ہند، قطب مدینہ، سرکار کلاں نے بھی دولت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے صدر الافاضل، اجمل العلماء، مفتی محمد حسین نعیمی، علامہ سید مصطفےٰ علی، مفتی تقدس علی خاں بریلوی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ نے دومرتبہ حج بیت اللہ کا شرف پایا۔ پہلا ۱۹۶۳ء میں، دوسرا ۱۹۸۳ء میں۔

اجمل العلوم سے فراغت کے بعد کچھ دن آپ نے موضع شیونالی مزار شریف پر درس دیا، کچھ عرصہ قصبہ ڈریہال میں درس دیا اس کے بعد اجمل العلماء کے حکم سے پالی تشریف لائے دو برس قیام فرمایا۔ اسی زمانہ میں زیارت جمال جہاں آرا ﷺ سے مشرف ہوئے۔ شہر پالی سے دسمبر ۱۹۴۸ء میں جودھپور تشریف لائے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ بڑی محنت سے دین متین کی خدمت انجام دی اور آپ کی جہد مسلسل وسعی پیہم نے ریگستان کو علم وعرفان کا نخلستان بنا ڈالا۔

آپ کی سیرت سنت نبوی علیہ التحیۃ والثناء کے سانچے میں ڈھلی تھی، آپ بے حد سادہ تھے اور سادگی ایسی کہ ہزاروں رعنائیاں اس پر نثار، مکمل نمونۂ اسلاف تھے۔ اخلاق ایسا کہ جو ایک بار ملتا بار بار ملنے کی تمنا رکھتا۔ چھوٹوں پر شفیق اور بزرگوں کی بارگاہ میں مؤدب۔ آپ شریعت کے بے حد پابند تھے کہ آپ کا کوئی فعل خلاف سنت نہ تھا۔ اپنے مریدین تلامذہ متوصلین کو بھی اتباع شریعت کی تاکید فرماتے اور اگر کوئی کام خلاف شرع دیکھتے تو محبت وخلوص سے خلوت میں تنبیہ فرماتے۔ کوئی خطیب، شریعت مطہرہ کے خلاف بولتا تو اسے وہیں پیار سے سمجھاتے اور توبہ کراتے۔ جو لوگ آپ سے ملنے آتے آپ ان کو نصیحت ضرور فرماتے خاص طور پر نماز کی تاکید فرماتے۔ اگر کوئی پریشان حال یا بیمار آپ سے دعا کی درخواست کرتا تو پہلے آپ پوچھتے کیا نماز پڑھتے ہو؟ اگر سائل ''نہ'' کہتا تو آپ فوراً نماز پڑھنے کی تاکید فرماتے اور وعدہ لیتے ''کہ نماز ترک نہ کروں گا'' اس کے بعد ان کے لیے دعا فرماتے۔ آپ کی یہ خاص بات تھی۔ آپ سے جب بھی کوئی دعا کے لیے عرض کرتا اُسی وقت فوراً دعا کے لیے آپ کے ہاتھ اٹھ جاتے۔ آپ کی رفتار، گفتار، نشست وبرخواست سب سنت نبوی علیہ التحیۃ والثناء کے موافق تھیں۔ آپ کے چلنے میں جماؤ تھا، پیروں کی چاپ سنائی نہ دیتی تھی۔ پائجامہ ہمیشہ ٹخنوں سے اوپر ہوتا۔ نیچی گردن کرکے چلتے۔ گفتار میں بالکل خشونت نہ تھی۔ ہمیشہ باوضو رہتے۔ کبھی کھل کھلا کر نہیں ہنستے۔ ہر کام بسم اللہ شریف کے ساتھ شروع کرتے۔ اکثر وقت وعظ ونصیحت میں صرف ہوتا۔ گالی یا فحش کلام آپ کی زبان اقدس سے بچپن سے لے کر ضعیفی تک کبھی نہیں سنے گئے۔ تقریر نہایت شریں اور ایسی مسلسل ہوتی کہ سامع کا جی سننے سے نہیں گھبراتا تھا۔ آپ کی مجالس میں آپ کے شیریں اور انمول بول سن کر نہ جانے کتنے دل زیر وزبر ہوتے اور نہ جانے کتنی آنکھیں ساون بھادو کی طرح برستیں اور جو کچھ لمحے پہلے گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہوتے، وہ اب دوسروں کو نکالنے کی فکر کرتے۔

آپ کے ملفوظات وارشادات انمول ہیں ان سے علم وعرفان اور دانائی وحکمت کے لعل وگوہر ملتے ہیں اور اسرار ومعارف کے پھول

بھی کھلتے ہیں اور حق کے متلاشی کو ہدایت کا نور اور رہنمائی کی روشنی ملتی ہے۔ ذیل میں مفتی اعظم راجستھان کے ملفوظات درج کیے جاتے ہیں۔ ملفوظات کے راویوں کا نام بھی درج ہے:

(۱) کسی کے بھی مرید ہو مگر سب بزرگوں کو اپنے سر کا تاج سمجھو۔

(۲) میں جتنا پکا رضوی ہوں اتنا ہی پکا اشرفی ہوں۔ میں بیک وقت اشرفی و رضوی دونوں ہوں۔

(۳) مسلک اعلیٰ حضرت کو مضبوطی سے تھامے رہیے۔(ایضاً)

(۴) اعلیٰ حضرت کے دامن پاک کو مضبوطی سے تھامے رہیے یہ دامن پاک تمھیں جنت میں لے جائے گا۔ میں تحریر دینے کے لیے تیار ہوں کہ یہ دامن پاک تمھیں جنت میں لے جائے گا۔(ایضاً)

(۵) مسلک اعلیٰ حضرت مسلک حق ہے یہی وہ مسلک حقہ ہے جس پر چلنے کے بعد جنت کی بہاریں ہمارا استقبال کرتی نظر آئیں گی۔

(٦) سنی رہو، سنی بنو، سنی بناؤ (۷) نام پیارا نہیں کام پیارا ہوتا ہے۔

(۸) میرے نزدیک سنیت کی پہچان اعلیٰ حضرت کی ذات ہے۔(دوران خطاب الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور)

(۹) میرے سنی بھائیو! انتشار کا وقت ایک ہوؤ، ایک بنو، اور مل کر کام کرو۔(۱۰) جو آدمی کسی کے مشہورے سے بے نیاز ہوگا، ہمیشہ ٹھوکر کھائے گا۔

(۱۱) لالچ بہت بری بلا ہے اس میں اچھے اچھے پھنس جاتے ہیں۔ دیکھو مغلیہ سلطنت اس میں پھنس کر ختم ہوگئی۔(راقم الحروف)

(۱۲) شر میں بھی خیر کا پہلو نکل آتا ہے۔(مفتی محمد اسحٰق اشفاقی)

(۱۳) دودھ پیتے بچہ کا نصیبہ بھی کام کرتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''گھر میں بڑے کام کرتے کیا پتہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے جو دودھ پی رہے ہیں۔ کام تمہارا نصیبہ ان کا'' تو ہم سوچتے ہیں کہ اتنے اسٹاف ہیں اتنے طلبہ ہیں ان میں کوئی نصیب والا ہے جو گاڑی آگے بڑھ رہی ہے۔(ایضاً)

(۱۴) میرے بھائیو! بنام سنیت کام کرو۔(راقم الحروف)

(۱۵) بھائی کام کے آدمی بہت مشکل سے ملتے ہیں جسے خوش قسمتی سے کام کا آدمی مل جائے تو وہ لوگ ان کی قدر کریں۔ کام کا آدمی ہزاروں پر اکیلا بھاری ہوتا ہے۔(مولانا شمس الدین قادری مکرانہ)

(۱٦) کام کے لوگوں کی قیمت نہیں لگائی جاسکتی۔(ایضاً)

(۱۷) مولانا آپ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے غلام ہیں ان کا اخلاق اور پاکیزہ کردار، اسلوب زندگی، طرز تبلیغ ذہن نشیں رکھا تو کبھی پیچھے نہیں رہو گے۔(ایضاً)

(۱۸) اعلیٰ حضرت محسن سنیت ہیں ان کے اہل سنت و جماعت پر بڑے احسانات ہیں۔(مفتی ولی محمد رضوی باسنی)

(۱۹) احناف حدیث پر سب سے زیادہ عمل کرتے ہیں، مرسل اور ضعیف حدیث بھی فضائل میں معتبر ہے۔ حدیث کے ہوتے ہوئے احناف کبھی قیاس پر عمل نہیں کرتے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ سے بہت پہلے پیدا ہوئے۔ اس وقت چند صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی بقید حیات تھے امام اعظم تابعین اور صلحاء سے ہی احادیث لیتے تھے جو، اصح تھیں۔ راویوں میں ضعف حضرت امام اعظم کے بعد آیا ہے۔(ایضاً)

(۲۰) اشرفی رضوی سلسلہ کے مشائخ و اکابر ہمارے مخدوم اور ہمارے سر تاج ہیں۔(علامہ یٰسین اختر مصباحی)

(۲۱) یقیناً آپ سب علمائے کرام سنیت کے انمول موتی ہیں جس کی چمک دمک دور دور تک پھیلی ہوئی ہے اور ایک ایسے پھول ہیں جس کی خوشبو سے پورا علاقہ معطر ہو رہا ہے۔(ایضاً)

(۲۲) میری آخری دم تک یہی خواہش اور کوشش رہے گی کہ راجستھان کے سنی مسلمانوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک کردوں اور تمام اہل سنت اتفاق و اتحاد کے ساتھ رہیں تاکہ مسلک اہل سنت کو فروغ ملے اور اسلام کی طاقت اہل دنیا پر ظاہر ہو جائے۔
(مولانا نثار رضوی باسنی)

(۲۳) فضول خرچی کرنا شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں ہے۔
(مفتی رجب علی رضوی باسنی)

(۲۴) دلائل الخیرات شریف پڑھا کرو، حضور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خصوصی فیضان ملے گا۔(ایضاً)

(۲۵) جو کوئی فجر اور عصر کے بعد ۱۱، ۱۱، بار بسم اللہ الذی لَایَضُرُّ مَعَ اِسۡمِہٖ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡم۔ پابندی سے پڑھے گا۔ اس شخص پر کبھی جادو ٹونا، سحر وغیرہ کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ (ایضاً)

(۲٦) ہماری نجات اسی میں ہے کہ رسول کریم ﷺ اور آپ کی

آل واصحاب سے سچی محبت کریں، ان کے نقش قدم پر چلیں اور بد عقیدوں سے دور رہیں۔(ایضاً)

(۲۷) سنی صحیح العقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھو ورنہ ساری نمازیں برباد ہو جائیں گی جیسے ہم بازار جا کر ۵۴ روپے کا مٹکا خریدتے ہیں تو ٹھوک بجا کر لیتے ہیں کہ کہیں جھوجرا تو نہیں، ورنہ سارا پانی بہہ جائے گا۔اسی طرح نماز سے پہلے امام کو بھی دیکھ لو کہ کہیں امام بدعقیدہ تو نہیں، ورنہ نمازیں برباد ہو جائیں گی۔(ایضاً)

(۲۸) اساتذہ کی تنخواہیں خاطر خواہ اور زمانے کے مقتضیات کے مدنظر اور ضروریات کو پوری کرنے والی ہوں اور ان کی ادائیگی میں تاخیر نہ ہو۔(قاری عبدالوحید قادری ناگور شریف)

(۲۹) ادارہ کے حساب کتاب میں شفافیت ہو، کسی بھی طرح کوئی گڑبڑی نہ ہو۔(۳۰) علم، حلم وبرباری کو کبھی بھی ہاتھ سے مت جانے دینا۔(ایضاً)

(۳۱) سبز چادر جلسوں میں نہ بچھایا کریں کہ گنبد خضراء کا رنگ بھی سبز ہے، اس لیے ادب کے خلاف ہے۔(دوران خطاب مرکز فروغ اسلام برکات اشفاق، میوات)

(۳۲) جو کچھ میت کے ایصال ثواب کے لیے میت کے ترکہ میں سے خرچ کیا جائے اس میں ورثہ کی اجازت ضروری ہے۔

(مولانا علی حسن اشفاقی)

(۳۳) جن نمازوں میں فرضوں کے بعد سنن ہیں ان فرضوں کے بعد لمبی دعا نہ مانگا کریں۔افضل اور بہتر یہی ہے کہ مختصر دعا مانگی جائے اور سنن ونوافل مکمل پڑھا کرو کہ سنن فرضوں کو مکمل کرنے والی ہیں اور نوافل سنن کو مکمل کرنے والے ہیں۔(ایضاً)

(۳۴) موسم کو خراب نہ کہو کیوں کہ موسم کو پیدا کرنے والا اللہ رب العزت ہے بلکہ یوں کہیں موسم بدل گیا۔(راقم الحروف)

(۳۵) دین کی خدمت کرو خوش رہو گے، شاداں رہو گے۔

(ڈاکٹر افضل حسین مصباحی)

(۳۶) علما کو خلوص اور دیانت داری کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔

(۳۷) ہمیں فروعی مسائل میں نہیں الجھنا چاہیے۔فروعی مسائل میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے سے اختلاف چلا آرہا ہے۔فروعی اختلاف میں الجھے بغیر عقیدے کو مضبوط کیا جائے اور عمل کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔

(۳۸) خاص طور پر آج ہمارے مقررین جو خطاب کرتے ہیں وہ زکوٰۃ کی طرف توجہ کم دیتے ہیں یہ شہر جودھپور وہ تھا کہ جب میں پہلی بار چندہ کرنے نکلا تھا تو زکوٰۃ کی مد سے کل بارہ سو روپے مل سکے تھے۔ہم نے اس پر توجہ دی۔خدا کا شکر ہے کہ اب ہر سال اس مد سے لاکھوں روپے ادارہ کو ملتے ہیں۔(ایضاً)

(۳۹) کوشش کرنا ہمارا کام ہے۔کامیابی رب ذوالجلال کے دست قدرت میں ہے۔(ایضاً)

(۴۰) خلوص اور دیانت داری سے جو کام ہوتا ہے۔اس میں خدا کی مدد ضرور شامل ہوتی ہے۔(ایضاً)

(۴۱) میری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ دین کی خدمت کروں اور خلوص کے ساتھ کام کروں یہی میرے نزدیک سب سے اہم ہے۔

(۴۲) مجھے جو ترقی ملی ہے وہ دینی تعلیم کے صدقے وطفیل ملی ہے۔(ایضاً)(۴۳) خواجہ غریب نواز کا صدقہ ہے کہ آج ہم اس مقام پر ہیں۔حضرت کا فیض جاری وساری ہے۔(ایضاً)

(۴۴) میرا مشورہ یہ ہے کہ جتنے بھی رفقاء ہیں سب کو ساتھ لے کر آگے بڑھا جائے۔اتحاد میں برکت ہے۔ہمیں آپس میں ایک بن کر کام کرنا چاہیے۔آگے بڑھنا چاہیے۔حسد نہیں کرنا چاہیے بلکہ رشک کرنا چاہیے۔خلوص ودیانت داری کو پکڑے رہنا چاہیے۔میرا حساب کتاب بھی اس کا نتیجہ ہے۔میں سوچتا ہوں کہ یہ قوم کا پیسہ ہے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔خدا تو دیکھ رہا ہے؟ آپ جو بھی کام کریں خلوص وللّٰہیت کے ساتھ کریں۔(ایضاً)

(۴۵) رزق حلال میں جو برکت ہے وہ حرام میں بالکل نہیں۔حلال کمائی کا لقمہ نور پیدا کرتا ہے۔(ایضاً)

(۴۶) یہ پیسہ کانٹوں کا بچھونا ہے جدھر بھی آدمی کروٹ لے گا وہ کانٹوں سے پریشان رہے گا۔(ایضاً)

(۴۷) ہمارے اکابر ماضی قریب تک متحد ہو کر کام کر رہے تھے۔دشمنان دین ہمارے اتحاد سے خائف تھے ہم ہر محاذ پر کامیاب تھے۔ہمارا اتحاد بڑی طاقتوں کو ہمارے مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتا تھا۔اپنے بزرگوں کے طریقہ پر قائم رہتے ہوئے پھر اتحاد کا مظاہرہ کریں۔(مفتی محمد اشرف رضا قادری مصباحی، مشاورتی

میٹنگ بریلی شریف)

(۴۸) ہمیشہ صدق قلب سے خلوص کے ساتھ دین کی خدمت کرنا، حرص و طمع مت رکھنا مخدوم بن جاؤ گے۔ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد (قاری مظفر خان رضوی اشفاقی)

(۴۹) وقت کی پابندی بڑی چیز ہے۔ (ایضاً)

(۵۰) جو اکابر اہل سنت سے منسلک رہتا ہے وہ ہر جگہ کامیاب رہتا ہے۔ آج جو کچھ مجھے ملا ہے اور جو کچھ یہ بہاریں ہیں اکابر علمائے اہل سنت سے تعلقات کے صدقے میں ہیں۔

(مولانا محمد ظفر الدین برکاتی)

(۵۱) طالبان علوم نبوت کو کتب درسیہ مطالعہ کر کے پڑھنا چاہیے اور اساتذۂ کرام کو مطالعہ کر کے پڑھانا چاہیے۔ (ایضاً)

اللہ رب العزت ہمیں مذکورہ فرمودات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین) حضرت مفتی اعظم راجستھان نے اپنی ساری زندگی خدمت دین متین میں گزاری۔ پورے ہند بطورِ خاص راجستھان پر ابر رحمت بن کر چھائے رہے اور برستے رہے۔ آپ کی بارگاہ میں جو آیا، دامن مراد بھر کر گیا۔ گویا فیض کا ایک چشمۂ صافی تھا جو ابل رہا تھا۔ مرض وصال میں بھی اتباع شریعت کی یہ شان تھی کہ معمولات زندگی میں آخری دم تک کوئی فرق نہ آیا۔ نمازِ پنج گانہ کے بارے میں تو پوچھنا ہی کیا، اور اد و وظائف تک بدستور جاری رہے۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد پر بھی ہر دم نظر رہتی۔ احباب کا خیال رکھتے، مہمانوں کی مدارات فرماتے، اہل خانہ کی دل جوئی کرتے، عزیزوں مریدوں کی تربیت کرتے، شریعت کا درس دیتے، طریقت کے اسرار سمجھاتے، عیادت کے لیے آنے والوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے اور خندہ پیشانی سے ملتے، علمائے کرام سے دینی معاملات میں تبادلۂ خیال فرماتے، انھیں فروغ سنیت کے واسطے مفید مشورہ عطا فرماتے، ان کے الجھے ہوئے معاملوں کو سلجھاتے اور صبر و شکر کی تلقین فرماتے حوصلہ افزائی فرماتے۔

کمزوری کا عالم ہے مگر فکر ہے تو مدارس اہل سنت کی اور خدمت دین کی۔ حق یہ ہے کہ جسم کمزور ہوتا گیا، روحانی قوت بڑھتی گئی، وقت گزرتا رہا اور وصال یار کا شوق بڑھتا گیا بالآخر وقت موعود آپہنچا اور طویل علالت کے بعد فلک ولایت کا وہ بدر کامل جس کی چاندنی شرق و غرب میں عشق و عرفان کا اجالا پھیلا رہی تھی۔

مؤرخہ ۹ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۵/ اکتوبر ۲۰۱۳ء بروز سہ شنبہ بوقت تقریباً ۳ بجے ابر خاکی میں روپوش ہو گیا۔

☆☆☆

☆ جنرل سکریٹری تحریک فروغ اسلام، ٹائیں، ضلع میوات، نوح (ہریانہ) رابطہ نمبر: 9812386917
E-mail: arif.rajshahi12@gmail.com

شخصیات اسلام | یادِ رفتگاں

حافظ ملت محدث مبارک پوری کے تعلیمی نظریات

عطاء النبی حسینی مصباحی☆

کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی میں تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ آج دنیا میں وہی قوم سر بلند و سرخرو ہے جو تعلیمی میدان میں پیش پیش ہے خواہ وہ دینی تعلیم ہو یا عصری تعلیم۔ جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ عبد العزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ نے بھی علم کی اہمیت کے پیش نظر ''باغ فردوس'' کی بنا ڈالی اور تقریباً ۴۴ برس تک اس باغ کی آبیاری کرتے رہے۔ اس دوران آپ نے اس میں تعلیم وتعلم اور درس وتدریس کا ایسا خوش گوار ماحول پیدا کر دیا جو یقیناً قابلِ رشک اور لائقِ تقلید ہے اور آپ نے اپنے کردار وعمل سے ایسے تعلیمی نظریے پیش کیے جن سے مستفید و مستفیض ہو کر طلبہ نے جس شعبے میں بھی قدم رکھا، کامیابیوں نے ان کی قدم بوسی کی اور دنیا کے جس خطے اور علاقے میں گئے اسے علم و ہنر اور کردار وعمل کے نور سے روشن کر دیا۔ اس اہمیت کے سبب حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تعلیمی نظریات کا خلاصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

علم کی اہمیت : علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ کسی جاہل کو بھی جاہل کہنے سے وہ چراغ پا ہو جاتا ہے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ علم کی اہمیت خوب جانتے تھے، جب آپ سے علم کی اہمیت وضرورت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے علم سے متعلق اپنے نظریہ کا اظہار اِن الفاظ میں فرمایا:

''علم کی اہمیت کا مسئلہ ایسا متفق علیہ ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں، جاہل سے جاہل بھی علم کو بڑی اہم اور عظیم دولت سمجھتا ہے۔ دنیاوی علم بھی عزت واقتدار کا ضامن ہے چہ جائے کہ علمِ دین کہ یہ وہ دولتِ عظمیٰ اور نعمتِ کبریٰ ہے جو انسان کو اشرف المخلوقات اور ممتاز کائنات بناتی ہے مگر علم پر عامل ہونا شرط ہے۔''(۱)

حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اس نظریہ میں علم کی اہمیت وافادیت کو بیان فرمایا جس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ جس طرح دینی علوم کی اہمیت کے معترف تھے اسی طرح عصری علوم کی افادیت کے قائل تھے۔

علم بے عمل بے سود : وہی علم بہتر، مفید اور ثمر آور ہے جس پر عمل کیا جائے ورنہ علم اس مدفون خزانے کی مانند ہے جسے محفوظ رکھا تو جائے لیکن خرچ نہ کیا جائے لیکن آج اہلِ علم کی اس جانب کس قدر توجہ ہے، وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں۔ حافظ ملت علم و عمل دونوں کے قائل تھے جیسا کہ ''علم پر عامل ہونا شرط ہے'' سے عیاں ہے۔ اس سلسلے میں حافظ ملت کا ایک اور ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

''خواہ کتنا ہی علم حاصل کر لیا جائے اس کا اثر اگر انسان کی زندگی پر نمایاں نہ ہو تو ایسا علم سود مند نہیں ہوتا۔ اس لیے جو کچھ پڑھا جائے اور جتنا بھی پڑھا جائے اس پر عمل کرنے کی بھر پور کوشش کی جائے۔''(۲)

حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اس نظریہ سے ان لوگوں کو سبق اور نصیحت لینی چاہیے جو علم کی بنیاد پر نہ جانے کیا کیا کہلاتے ہیں لیکن ان میں عمل کا فقدان ہوتا ہے۔ اسی لیے آج ہماری باتوں میں وہ تاثیر نہیں رہ گئی جو ہونی چاہیے۔ حافظ ملت اور ہمارے دیگر اسلاف کی باتیں صرف اس لیے مؤثر تھیں کہ ان کے قول وفعل میں تضاد نہ تھا، ہم آہنگی تھی اور علم وعمل میں تصادم نہ تھا، یکسانیت تھی۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے متعلق فرماتے ہیں:

''لوگ صرف علم سیکھتے ہیں، میں نے حضرت صدر الشریعہ سے علم وعمل دونوں سیکھا ہے۔''(۳)

علم بے تربیت مضر : تعلیم جتنی بھی حاصل کر لی جائے اگر تربیت نہیں تو انسان ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے، حافظ ملت علیہ الرحمہ کے نزدیک جہاں علم بے عمل غیر مفید ہے وہیں آپ کا یہ نظریہ بھی ہے کہ تعلیم بغیر تربیت ناقابلِ مفید اور مضر ہے، اس لیے حافظ ملت تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی زور دیتے اور ارشاد فرماتے تھے:

''بلاشبہ ایسی تعلیم جس میں تربیت نہ ہو، آزادی وخود سری کی فضا ہو، بے سود ہی نہیں نتیجے کے اعتبار سے مضر ہے۔''(۴)

مطالعہ کی اہمیت : حافظ ملت اپنے شاگردوں کو ''ستارے سے آگے جہاں اور بھی ہے'' کا نظریہ پیش فرماتے تا کہ وہ علم وحکمت کے اوجِ ثریا پر پہنچ جائیں اور اس کے لیے ان کی تعلیم میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں فرماتے بلکہ انہیں کتابوں کے مطالعہ پر برانگیختہ کرتے اور اس کی پابندی پر خوب زور دیتے ساتھ ہی اس کی اہمیت و افادیت بھی بیان فرماتے تا کہ طلبہ مطالعۂ کتب میں خوب خوب حصہ لیں۔ آپ اکثر فرمایا کرتے:

''مطالعہ ضرور کرو اگر چہ مصنف کی مراد کے برعکس مطالعہ میں سمجھو مگر دیکھو ضرور، کچھ ایام گزرتے گزرتے وہ دن بھی آئے گا کہ کچھ صحیح سمجھنے لگو گے۔ یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے اس منزل پر پہنچ جائے گا کہ مطالعہ میں عبارت کی مراد از خود تم نکال سکو گے۔ اس منزل پر پہنچنے کے بعد اب درس گاہ میں صرف اس لیے جانا ہوگا کہ استاذ کی تقریر و ترجمہ اور بیان مطلب سے اپنے مطالعہ کی صحت کی توثیق ہو جائے، مطالعہ میں اگر کہیں غلطی ہوگئی ہے تو اس کی صحت ہو جائے۔''(۵)

بیدار ذھن کی علامت : ایک استاذ کے لیے ضروری ہے کہ اگر دورانِ تدریس طالبِ علم کو کہیں تشنگی کا احساس ہو اور اس کا اظہار بصورتِ اعتراض کرے تو استاذ اس کی تشنگی دور کرے اور اس کے اعتراض کا صحیح جواب دے اور اس کی حوصلہ افزائی بھی کرے نہ کہ اسے ڈانٹے یا اُس اعتراض کو کل پرسوں پر ٹالے اور ہمیشہ کے لیے اس کا جواب استاذ پر بطورِ قرض رہے۔ حافظ ملت کا یہی نظریہ تھا، اس لیے آپ نہ کسی طالبِ علم کے اعتراض سے صرف نظر فرماتے اور نہ اس پر غم وغصہ کا اظہار فرماتے بلکہ طالبِ علم کے شبہ کو رفع دفع فرماتے اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرماتے:

''سوالات بیدار ذہن کی علامت ہے''۔(۶)

اسی وجہ سے کوئی بھی طالبِ علم حافظ ملت کی درس گاہ سے شک وشبہ میں گرفتار اور تشنہ لب ہو کر نہ اٹھتا بلکہ مطمئن ہو کر لوٹتا اور آپ کا ہر شاگرد اس قدر جرأت مند، باحوصلہ اور پُر اعتماد ہوتا کہ وہ بڑے سے بڑے میدانِ علم میں تنِ تنہا کارکردگی پیش کرنے میں پس وپیش کا شکار نہیں ہو تا۔ آپ کے اس نظریہ کو صحیح طور پر اپنا لیا جائے تو آج بھی ہمارے مدارس سے خاصی تعداد میں شاہین صفت طلبہ پیدا ہو سکتے ہیں۔

کوئی فضلیت نہیں : اگر اعتراض درست ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ درس گاہ میں کچھ طلبہ جو اپنے ہم سبق ساتھیوں سے اپنی صلاحیت و لیاقت کا لوہا منواتے اور اپنی قابلیت و استعداد سے مرعوب کرتے ہیں اور اس ضمن میں وہ غیر معقول و غیر سنجیدہ سوالات بھی کرتے ہیں جس کی وجہ سے دیگر طلبہ کا وقت بھی ضائع ہوتا ہے، ایسے طلبہ کے لیے حافظ ملت کا تعلیمی نظریہ ملاحظہ فرمائیں اور سبق حاصل کریں آپ فرماتے ہیں:

''بار بار اعتراض کرنا اور موقع محل کی رعایت نہ کرنا کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ اعتراض کرنے والے تو اس پر بھی اعتراض کر سکتے ہیں کہ ''ب'' کے نیچے نقطہ کیوں ہے اس کے اوپر کیوں نہیں اور یہ کہ ''الف'' سیدھا کھڑا کیوں ہے لمبائی میں داہنے بائیں کیوں نہیں لکھا جاتا۔ اعتراض ایسا کرنا چاہیے کہ اس سے معلومات میں اضافہ اور ذہن و دماغ میں وسعت پیدا ہو۔''(۷)

ھر طالب علم سے عبارت خوانی : آج درس گاہوں کا یہ عالم ہے کہ چند طالبِ علم ہی ہمیشہ عبارت خوانی کی سعادت سے بہرہ مند ہوتے رہتے ہیں گویا انھوں نے پورے درجہ کے لیے عبارت خوانی کا بیڑا اپنے سر لے رکھا ہے جس کا نقصان اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ درجہ کے دوسرے طلبہ کی عبارت خوانی درست نہیں ہو پاتی اور پھر یہ اس پہلو سے کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں اور اساتذہ بھی چند روز طلبہ کی بے حسی دیکھ کر مجبوراً نظر انداز کرنے لگتے ہیں لیکن حافظ ملت کا اس سلسلے میں بالکل مختلف نظریہ تھا کیوں آپ ہر طالبِ علم کو عبارت خوانی کا موقع دیتے جیسا کہ مولانا محمد اسلم عزیزی مصباحی گورکھپوری تحریر فرماتے ہیں:

''مدرسہ فیض النبی کپتان گنج ضلع بستی کے استاذ مولانا محمد صدیق خلیل آبادی بیان کرتے ہیں کہ دورانِ طالبِ علمی حافظ ملت کی درس گاہ میں بخاری شریف کی عبارت مَیں نے پڑھی، دوسرے روز درس میں پھر مَیں نے عبارت خوانی کی تو حافظ ملت نے فرمایا: تم کل پڑھ چکے ہو، آج کوئی دوسرا پڑھے۔''(۸)

طلبہ سے عذر خواھی : ایک چھوٹا ہمیشہ اپنے بڑوں سے عذر خواہی کرتا رہتا ہے لیکن ایک بڑا اپنے چھوٹوں سے عذر خواہی کرے وہ بھی بظاہر اس قسم کی کوئی بات نہ ہو جو عذر خواہی کا باعث ہو، یہ ایک بڑا اہم مرحلہ ہوتا ہے۔ استاذ و شاگرد کا بھی ایک

عرصہ تک تعلق رہتا ہے ممکن ہے کہ اس مدت میں دانستہ یا نادانستہ استاذ سے طلبہ کی دل آزاری ہوئی ہو، اس وقت استاذ کے لیے ایک اہم مرحلہ ہوتا ہے کہ وہ طلبہ سے عذر خواہی کرے یا نہ کرے حالاں کہ اس میں استاذ کی تنقیصِ شان نہیں اور نہ بے عزتی ہے بلکہ یہ شاگرد کی نگاہ میں مزید عزت و وقعت اور محبت والفت کا سبب ہے اور ساتھ ہی ساتھ تواضع وانکساری کا پہلو بھی غالب۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کا یہی نظریہ تھا، اس لیے کہ آپ کو معلوم تھا کہ استاذ کی عزت اور محبت طلبہ کی نگاہ میں جس قدر ہوگی اسی قدر طلبہ استاذ کی جانب متوجہ ہوں گے۔ اس لیے حافظ ملت علیہ الرحمہ دستار بندی کے بعد اپنے شاگردوں کو دردمندانہ طریقہ پر نصیحتیں فرماتے اور انجانے میں اگر کوئی تکلیف پہنچی ہو یا کسی کی دل شکنی ہوئی ہو تو اس کی عذر خواہی اس طرح فرماتے:

''اس طویل دور طالب علمی میں میرا آپ لوگوں سے اور آپ لوگوں کا مجھ سے (کیمیا گر اور مس خام، جوہری اور سنگ ناتراش، آئینہ اور شیشہ ناصاف جیسا) تعلق تھا۔ اگر میری کسی بات پر کسی کی دل آزاری یا تکلیف ہوئی ہو تو مجھے معاف کریں۔''(۹)

طلبہ کا سوال ادھار نہیں رہا: دوران تدریس استاذ کو کبھی کبھی طلبہ کی طرف سے اعتراض اور کسی عبارت پر شک وشبہ کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ استاذ اگر اپنے تلامذہ کو اس کے اعتراض کا جواب نہ دے یا بغیر تحقیق کوئی غیر معقول جواب دے تو طالب علم کے ذہن کا استاذ کے تعلق سے بدگمانی کی بیماری میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے یا کم از کم معترض طالبِ علم کے ذہن میں غلط جواب کے جاگزیں ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے۔ اس لیے ایک استاذ کو چاہیے کہ اپنے طلبہ کو تحقیق کردہ جواب دے یا عدم علم کے سبب آئندہ پر موقوف کردے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جواب کی تلاش وجستجو کر کے آئندہ اس طالب علم کے بارِ قرض کو اپنے کاندھے سے اتار بھی دے نہ کہ اسے ہمیشہ کے لیے قرض ہی رہنے دے ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے طلبہ کے تلاش وجستجو اور اعتراض کا جذبہ سرد پڑ جائے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کا نظریہ بھی یہی تھا کہ اگر کوئی طالب علم اعتراض یا سوال کرے تو اس کے اعتراض کا جواب دیا جائے نہ کہ ادھار رکھا جائے۔

صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

''اساتذہ کبھی کبھی طلبہ کے سوال کو کل معلوم کرنا کہہ کر ٹال دیتے ہیں مگر ان (حافظ ملت) کے ہاں کبھی کسی سوال کا جواب ادھار نہیں رہا۔''(۱۰)

طلبہ کی حاضری پر بھی نظر: کامیاب استاذ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے طلبہ پر گہری نظر رکھے کہ کون حاضر درس ہے اور کون شاملِ درس ہونے سے محروم؟ کیوں کہ اگر استاذ کی اپنے طلبہ پر اس جہت سے نظر نہیں تو عین امکان ہے کہ طالبِ علم درس کی برکتیں لوٹنے میں کوتاہی سے کام لے اور خود اپنے اسباق میں حاضر نہ ہو لیکن حاضری درج کرانے کی فکر میں فریب کاری کا حربہ اپناتے ہوئے درس میں حاضر ہونے والے کسی ہم درس کو ''لبیک'' کی صدا بلند کرنے پر مامور کردے اور اس طرح غیر حاضر طالبِ علم نہ صرف استاذ کی تقریر سے فیضیاب ہونے سے رہ جائے بلکہ خود کو بھی اور صدائے ''لبیک'' بلند کرنے والے اپنے ہم درس کو بھی فریب کاری کے قعرِ مذلت میں ڈھکیل دے۔ اس طرح کے واقعات عمومی طور پر ان مدارس میں زیادہ پیش آتے ہیں جن میں طلبہ کی تعداد کثیر ہوتی ہے۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کا بھی یہی نظریہ تھا اور نظریہ برائے نظریہ نہ تھا بلکہ آپ خود بھی اس پر عامل تھے۔

حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ حافظ ملت کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''طلبہ خصوصاً پڑھنے والے طلبہ کی حاضری پر بھی نظر رکھتے۔ ایک بار میں جمعرات کے بجائے جمعہ کی صبح گھر جارہا تھا، جونہی گیٹ کے قریب ہوا، حافظ ملت سے ملاقات ہوگئی۔ نہ معلوم (حضرت کا) اس دن کس ضرورت سے مدرسہ تشریف لانا ہوا؟ فرمایا: آج جارہے ہو؟ تو پھر کل؟ میں نے عرض کیا: رات میں مشقی بزم میں شرکت کے پیشِ نظر کل نہ جاسکا۔۔۔ پہلی گھنٹی حضرت ہی کے یہاں تھی عبارت خوانی کے دوران (میں) پہنچ گیا، سبق کے بعد حضرت نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھے موجود پایا اور بہت خوش ہوئے۔''(۱۱)

علالت میں بھی تدریس: درس وتدریس اور تعلیم وتعلم میں تسلسل اور دوام کو برقرار رکھنا نہایت ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ ایک سبق میں غیر حاضری کئی روز کی برکت سے محروم کردیتی ہے لیکن آج عمومی طور پر اساتذۂ کرام کا حال یہ ہے کہ ہلکی سی تکلیف یا درد کے سبب طلبہ کو درس سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

اس تعلق سے حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے نقوشِ حیات سے جو نظریہ ملتا ہے وہ یقیناً اس زمانے کے اساتذۂ کرام کے لیے درسِ عبرت ہے کیوں کہ عالم صحت تو صحت، بیماری کی حالت میں بھی آپ تدریس کا فریضہ ضرور انجام دیتے اور کسی بھی حال میں طلبہ کی تعلیم کا نقصان گوارہ نہیں کرتے۔

حضرت مولانا محمد اسلم مصباحی عزیزی رقم طراز ہیں:

''حضرت قاری عبد الحکیم صاحب قبلہ حضرت مولانا عبد الحق گھہڑوی کی روایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حافظِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کو درد گردہ کی شکایت ہوگئی۔ مگر ان ایام میں بھی کبھی درس گاہ سے رخصت نہیں لی بلکہ ان ایام میں بھی برابر مدرسہ تشریف لاتے رہے اور باقاعدہ اہم کتابیں پڑھاتے۔ راقم کے علم میں درد گردہ کے ایام میں درس گاہی کیفیت یوں ہوگئی کہ کبھی درس گاہ میں درد تیز ہو جاتا تو تکیہ گردہ کے اوپر رکھ کر دبا لیتے مگر پڑھانا موقوف نہ فرماتے۔''(۱۲)

مولانا محمد اسلم مصباحی عزیزی صاحب قبلہ خود اپنے دورِ طالب علمی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''راقم الحروف کے دور طالب علمی میں اشرفیہ کے مشاہیر ابنائے قدیم حضرت حافظ ملت کی بارگاہ میں عالی میں شرف ملاقات سے باریاب ہونے کے لیے آتے رہتے۔ ایک مرتبہ ایک مؤقر شخصیت حاضرِ بارگاہ ہوئی اور حافظ ملت کی نقاہت اور مصروفیت کثیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے عرض کیا: حضور اب پڑھانا بند کر دیا جائے، صرف بخاری شریف کا درس تبرکاً جاری رکھا جائے، اس عرض کے جواب میں حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ارشاد فرمایا:

''آپ کہتے ہیں کہ پڑھانا بند کر دوں اور میری تمنا یہ ہے کہ کتاب سامنے ہو اور درس دے رہا ہوں اور اسی حالت میں روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔'' حضرت کی یہ تمنا اس طرح سے پوری ہوئی کہ حضرت نے جس دن وصال فرمایا، اس دن بھی بخاری شریف کا باقاعدہ درس دیا تھا۔''(۱۳)

طلبہ میں عملی اسپرٹ پیدا کرنا: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طلبہ ایام تعلیم کی ابتدا نہایت پر جوش انداز میں کرتے ہیں لیکن جیسے جیسے دن گزرتے ہیں ویسے ویسے یہ جوش سرد پڑتا جاتا ہے اس لیے طلبہ کے جوش و جذبہ کو برانگیختہ کرنے اور شوقِ حصولِ علم کو بڑھانے کے لیے وقتاً فوقتاً ایک استاذ کو اپنے تلامذہ کو یک جا کر کے ان کی صحیح رہنمائی کرنی چاہیے اور سرد ہونے والے جذبے کو گرم اور خوابیدہ شوق کو بیدار کرنا چاہیے۔ حافظ ملت کا یہی عمل تھا کہ آپ طلبہ کے اندر عملی اسپرٹ تیز کرنے کے لیے ہر دو تین ماہ کے بعد ایک آدھ گھنٹہ کے لیے انہیں جمع کر کے خطاب فرماتے۔ اس خطاب میں آپ عموماً جو کچھ بیان فرماتے اس کا خلاصہ حضرت مولانا بدر القادری مصباحی یوں بیان کرتے ہیں:

''اشرفیہ میں قابل اساتذہ کا ایک متحرک و فعال کارواں جمع ہے جس کی یہ یہ خصوصیات اور خوبیاں ہیں۔ ان سے اکتسابِ فیض اور تحصیلِ کمال تمہارا فریضہ ہے۔ تم نے طلبِ علم کی راہ میں قدم رکھا ہے تو اسی میں منہمک رہنا چاہیے اور اپنا وقت نہیں برباد کرنا چاہیے۔ ایک تاجر اپنی تجارت کے فروغ اور دولت کے حصول کے لیے دن رات ایک کر دیتا ہے، کبھی سر پر بوجھ بھی لاد کر چلتا ہے اور کبھی سخت سست بھی سنتا ہے، کبھی ذلت بھی اٹھاتا ہے مگر اپنے مقصد اور اپنے کام سے دست بردار نہیں ہوتا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ طالب علم اپنے کام سے غافل رہے اور اپنا وقت برباد کرے، دینی طلبہ پر مجھے افسوس ہے کہ یہ تحفظِ وقت کا خیال نہیں رکھتے۔''(۱۴)

مدرسین کی تنخواہوں میں اضافہ ضروری: تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کے لیے استاذ ایک لازمی جز ہے اور کوئی بھی استاذ جب تک خوش الحال، فارغ البال نہ ہو اس وقت تک وہ کما حقہ اپنے فیض سے طلبہ کو مستفید نہیں کر سکتا کیوں کہ اس صورتِ حال میں اسے معاشی خوش حالی کی فکر ہمیشہ دامن گیر رہے گی جس کی تدریسی صلاحیت کی فیض رسانی میں مانع ہونے کا قوی امکان ہے۔ یوں بھی یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ آج ہم ایک عمارت ساز کو یومیہ تقریباً چار یا پانچ سو روپے دیتے ہیں اور اس طرح ہم اسے ماہانہ بارہ پندرہ ہزار ماہانہ دیتے ہیں لیکن ایک استاذ جو شخصیت سازی کرتا ہے اس شخصیت ساز کو ماہانہ پانچ سات ہزار دینا ہمارے لیے گراں گزرتا ہے اور اگر کسی استاذ نے کبھی اپنی مجبوریوں یا زمانہ کی گرانی کے سبب اپنی محنتانہ اور اپنے سب سے قیمتی چیز وقت کے بدل (تنخواہ) میں اضافہ کی درخواست کر دی تو ہم اس کے خلوص وللہیت کی

شکوہ شکایت کرنے لگتے ہیں حالاں کہ ہمیں غور وفکر کرنا چاہیے کہ ہم ایک استاذ کو جو ماہانہ دیتے ہیں اگر ہمیں دیا جائے تو کیا اُسی پر ہمارا گزر بسر ہو جائے گا؟ اگر نہیں تو پھر ہمیں دوسروں کے تعلق سے بھی ایسی ہی سوچ رکھنی چاہیے۔ کیا یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں دین کا کام روپے کے ذریعہ ہوگا۔ اسی لیے کسی کا یہ کہنا کسی حد تک صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جیب میں نہ ہو فلوس تو دل میں کیسے رہے گا خلوص۔ اس لیے ہمارے معاشرے کو استاذ کی قدر سمجھنی چاہیے اور زمانہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسے اطمینان وسکون پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ کسی استاذ کو اپنی پریشانیوں اور مجبوریوں کو ختم کرنے کے لیے تدریس کے ساتھ کوئی اور پیشہ اختیار نہ کرنا پڑے اور وہ اپنی معاشی فکر سے آزاد ہوکر طلبہ کو مستفید ومستنیر کر سکے۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا بھی یہی نظریہ تھا جبھی تو:

"ایک بار آپ کی مجلس میں لوگوں نے اپنے کاروبار کی پریشانی اور گرانی کی زیادتی کا ذکر کیا۔ بتانے والوں میں زیادہ تر مجلسِ عاملہ کے ارکان ہی تھے۔ جس کو آپ بڑی متانت وسنجیدگی اور دردمندی سے ساعت کرتے رہے، پھر آخر میں آپ نے فرمایا: جب گرانی کا یہ حال ہے تو مدرسین کی تنخواہوں میں اضافہ ضروری ہے۔" (۱۵)

اتنا ہی نہیں کہ آپ نے صرف مجلسِ عاملہ کے ارکان کے سامنے مدرسین کی تنخواہ میں اضافے کی تجویز پیش کی بلکہ آپ نے اپنی اس تجویز کو تنفیذ کا جامہ بھی پہنایا۔ اور

"دوسرے دن میٹنگ طلب کی اور بغیر کسی درخواست اور تحریر کے تمام مدرسین کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا۔ کسی رکن میں اختلاف کی مجال نہ تھی کیوں کہ ایک دن پہلے خود ہی لوگ سب کچھ سنا چکے تھے۔" (۱۶)

تنخواہوں میں زیادتی کے بارے میں محدثِ کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی کا یہ واقعہ بھی نذرِ قارئین ہے جس سے تنخواہوں میں اضافے کے متعلق حافظ ملت علیہ الرحمہ کے نظریہ کی مزید وضاحت ہوتی ہے ساتھ ہی بدلتے حالات پر حافظ ملت کی نظر کس قدر رہتی تھی، اس کی بھی رہنمائی ملتی ہے۔

مصلحِ قوم وملت حضرت مولانا عبد المبین نعمانی بیان فرماتے ہیں:

"مولانا ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ (شہزادۂ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ) نے (بارگاہِ حافظ ملت میں تنخواہ میں زیادتی کی درخواست پیش کرتے ہوئے) عرض کیا: اضافے کی یہ درخواست دیتے ہوئے ایک عجیب کیفیت محسوس ہو رہی ہے (دل میں اس سے تکدر کا احساس ہو رہا ہے) اس پر حضرت نے فرمایا: اس میں خفت محسوس کرنے کی کیا وجہ ہے، حالات بدل چکے ہیں، اخراجات سب کے بڑھ چکے ہیں اور ہر مدرسہ میں اضافۂ تنخواہ کی لوگ درخواست دے رہے ہیں، آپ لوگوں نے بھی دی، اس میں کیا بات ہے؟ ہر آدمی کو کچھ نہ کچھ زمانے کا خیال رکھنا پڑتا ہے، زمانے کو نظر انداز کر کے کوئی بھی نہیں رہ سکتا۔" (۱۷) مصدر سابق، ص:۱۳۳

حافظ ملت کے یہ چند تعلیمی نظریات "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر یہاں پیش کیے گئے ہیں۔ مزید معلومات کے لیے آپ کی حیات پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے ان تعلیمی نظریات کے آئینے میں یہ کہنا بجا ہے کہ حافظِ ملت علیہ الرحمہ جس طرح ایک ماہر فقیہ، محدث، مفسر اور مصلح تھے اسی طرح ایک ماہر تعلیم اور ایک کامیاب مدرس بھی تھے۔ ضرورت ہے کہ آج آپ کے تعلیمی نظریات کو حرزِ جاں بنایا جائے اور انہیں کی روشنی میں مدارس کا تعلیمی نظام استوار کیا جائے۔

حوالہ جات

(۱) ماہنامہ اشرفیہ کا حافظِ ملت نمبر، ص:۰۸ (۲) حافظِ ملت افکار اور کارنامے، ص:۸۳ (۳) ماہنامہ اشرفیہ، جون، ص:۴۳ (۴) ماہنامہ اشرفیہ، جون، ص:۵۳ (۵) معارفِ حافظِ ملت، ص:۱۵ (۶) حیات حافظِ ملت، ص:۱۲۳ (۷) مصدرِ سابق، ص:۳۲۳ (۸) معارفِ حافظِ ملت، ص:۴۶ (۹) حیات حافظِ ملت، ص:۶۱۳ (۱۰) مصدرِ سابق، ص:۱۲۳ (۱۱) انوار حافظِ ملت، ص:۸۳۔۹۳ بحوالہ حیاتِ حافظِ ملت، ص:۳۲۳ (۱۲) معارفِ حافظِ ملت، ص:۲۰۱ بحوالہ حیاتِ حافظِ ملت، ص:۷۲۳ (۱۳) معارفِ حافظ ملت، ص:۲۰۱ بحوالہ حیات حافظ ملت، ص:۷۲۳ (۱۴) انوارِ حافظِ ملت، ص:۱۴۔۲۴ بحوالہ حیات حافظِ ملت، ص:۹۲۳ (۱۵) حیات حافظِ ملت، ص:۱۳۳ (۱۶) مصدر سابق، ص:۱۳۳

☆☆☆

☆استاذ فیضان حاجی پیر، مانڈوی، کچھ گجرات 09173328863
hussainimisbahi@gmail.com

بیرون ممالک میں ہندی علماے اہل سنت کی خدمات

محمد ابو ہریرہ رضوی☆

(۱) مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی:
مبلغ اسلام کی ولادت صوبۂ یوپی کے مشہور شہر "میرٹھ" میں ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن پاک ختم کرکے اپنے والد ماجد علامہ عبدالحکیم قادری سے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابوں کا درس لیا، پھر میرٹھ کے مشہور ادارہ "مدرسہ عربیہ قومیہ" میں داخلہ لیا۔ سولہ سال کی عمر میں دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد عصری علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اٹاوہ "ہائی اسکول" سے میٹرک پاس کرکے "ڈویزنل کالج میرٹھ" سے ۱۹۱۷ء میں بی۔ اے کا امتحان امتیازی پوزیشن سے پاس کیا۔ کالج کی تعطیلات کے ایام میں فقیہ بے مثال امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر زانوئے تلمذ تہ کرتے رہے اور پھر انھیں کے ہاتھوں پر بیعت کا شرف حاصل کرکے ہمیشہ کے لیے امام احمد رضا قادری کے تجدیدی مشن کے عالمی نقیب ہوگئے اور تبلیغی میدان میں وہ خدمات انجام دیں جو تحقیق وریسرچ کا موضوع ہیں اور رہتی دنیا تک کے لیے قابل تقلید ہیں۔

آپ ایک محنت وجفاکش انسان تھے اور نہایت زیرک وذہین بھی تھے معمولی سی عمر میں ایسے ایسے کارنامے انجام دیے کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ نو سال کی عمر میں میرٹھ کی جامع مسجد میں ڈیڑھ گھنٹے تقریر کی جس کو لوگوں نے بے حد پسند کیا، میرٹھ میں کالج کی تعلیم کے دوران ہی آپ کی علم دوستی کی شہرت سن کر اہل برما نے ۱۹۱۵ء میں مسلم ایجوکیشن کانفرنس کی صدارت سونپ دی۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۱۹ء تک ممبئی میں ایک کامیاب تاجر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے۔

۱۹۱۹ء میں حج کے لیے تشریف لے گئے۔ مدینۃ الرسول پہنچ کر وہاں کے بیماروں کا مفت علاج کیا کرتے جس کی وجہ سے "طبیب ہندی" کے نام سے وہاں کے لوگ یاد کرنے لگے۔ حج کے موقع سے شریف مکہ شاہ حسین نے ڈائریکٹر آف ایجوکیشن کے منصب کی پیش کش کی لیکن اپنے وسیع تر مشن کی خاطر آپ نے انکار کردیا۔ حجاز کے اسکولوں میں سائنس، تاریخ، حساب، جغرافیہ جیسے اہم مضامین کو شامل نصاب کرنے کی تحریک چلائی، کعبہ شریف میں طالب علموں کو جلالین، مشکوٰۃ اور فصوص الحکم کا درس دیا۔

حج سے واپسی پر انھوں نے پونہ میں جامعہ ملیہ کی بنیاد رکھی اور ابتدا سے ۱۹۲۴ء تک پرنسپل رہے۔ آپ کی علمی صلاحیتوں کے پیش نظر قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستانی تعلیمی اداروں کے لیے تشکیل دی گئی کمیٹی کا رکن نامزد کیا۔ ۱۹۲۳ء میں وزیر اعظم سیلون "ریونڈ گنگ ہری" کو کلمہ پڑھا کر داخل اسلام کیا۔ ۱۹۲۸ء میں ماریشش کے گورنر "مروات" نے آپ کی گفتگو سے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا۔ ۱۹۳۱ء میں سنگاپور کے مشہور بیرسٹر "سچند رناتھ دت" کو بحث ومباحثے کے درمیان ایسا سبق پڑھایا کہ فوراً مسلمان ہوگئے۔ ۱۹۳۵ء میں مشہور ڈرامہ نگار "جارج برناڈ شاہ" جو کہ ہمیشہ اسلام کے خلاف زہر افشانیوں میں لگا رہتا تھا، اس سے ساؤتھ افریقہ میں مناظرہ کرکے ایسا خاموش کیا کہ پھر کبھی اسلام کے خلاف بولنے کی جرأت نہ ہوئی اور جاتے جاتے کہہ گیا کہ "آپ کی گفتگو اِس قدر دلچسپ اور معلوماتی ہوتی ہے کہ میں سالوں تک آپ کے ساتھ رہنا پسند کروں گا۔"

اپنی مادری زبان اردو کے علاوہ دیگر پندرہ زبانوں پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ بڑی روانی کے ساتھ ان زبانوں میں تقریر وتحریر کے ذریعے تبلیغ اسلام میں لگے رہے بلکہ ذہین اس قدر تھے کہ جہاں تبلیغی پڑاؤ ڈالتے، دو چار دن میں وہاں کی زبان سیکھ کر انھیں کی زبان میں تبلیغ کرنے لگتے۔ بیرون ممالک بے شمار ملکوں کا دورہ کیا مگر ان میں پچاس ملکوں میں آپ کی زندگی کے اکثر لمحات گزرے ہیں جن کو یہاں شمار کرنا طوالت سے خالی نہیں۔ آپ کے ہاتھ پر تائب ہوکر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ۴۵ ہزار یا باختلاف ۷۵ ہزار تک پہنچتی ہے جن میں سے اکثر وہ حضرات ہیں جو تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ اعلیٰ عہدوں کے مالک تھے۔ ماریشش میں قادیانیت جڑ پکڑ چکی تھی جس کی بیخ کنی کے

لیے پہنچ کر کئی مناظرے کیے، بالآخر قادیانیوں کو حق کے مقابلے میں شکست سے دوچار ہونا پڑا، پورا قادیانی علاقہ مسلمان ہوگیا۔ ایک چھوٹا سا گروہ قادیانیت پر قائم رہا لیکن جب دوسری بار وہاں کا دورہ کیا تو انھیں بھی اپنا گرویدہ بنا کر مسلمان کرلیا۔

بیرون ممالک میں کئی تنظیمیں بھی قائم کیں جن کے تحت آج بھی قومی، ملی، فلاحی، ملکی ہر طرح کی خدمات انجام پا رہی ہیں۔ ان میں قابل ذکر حزب اللہ (موریشش) تنظیم بین المذاہب الاسلامیہ (مصر) انٹرنیشنل اسلامک سروس سینٹر (ڈربن) وغیرہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی نے آپ کے علمی رسوخ اور تبلیغی کارناموں کے پیش نظر فرمایا کہ

عبد علیم کے علم کو سن کر　　جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

(ماخذ، امام احمد رضا کے مبلغین)

(۲) علامہ ارشدالقادری: علامہ ارشدالقادری علیہ الرحمہ ہر فرد بشر کو اپنی زندگی میں اوج ثریا تک پہنچانے کے متمنی تھے۔ اس کے لیے آپ نے ملک و بیرون ملک کا دورہ کر کے ہر فرد بشر کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دی اور اعلیٰ پیمانے پر تحریک و تنظیم کی بنا رکھی۔ پوری دنیا میں قائم کردہ مدارس و تنظیم ان کی زندگی کے عظیم کارنامے ہیں جنھیں رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جا سکتا بالخصوص برطانیہ میں ورلڈ اسلامک مشن، ہالینڈ میں جامعہ مدینۃ الاسلام، بریڈ فورڈ میں اسلامک کالج، جنوبی امریکہ میں انصاری دارالیتامیٰ اور انصاری اسکول، سوری نام (امریکہ) میں دارالعلوم علیمیہ اور کراچی میں دعوت اسلامی کی داغ بیل ڈالی۔ حضرت قائد اہل سنت کے یہ ایسے عظیم کارنامے ہیں جنھیں دیکھ کر اپنے تو اپنے بیگانے بھی حیران و ششدر رہ گئے۔ مذکورہ تحریکوں کا ایک مختصر جائزہ ملاحظہ ہو۔

(۱) ورلڈ اسلامک مشن لندن: ۱۹۷۲ء میں جب علامہ اپنے دوسرے سفر حج پر تھے تو انھوں نے مکہ معظمہ میں مختلف ملکوں سے آئے علمائے اہل سنت اور مذہبی پیشواؤں خصوصاً قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صاحب زادہ مبلغ اسلام کے ساتھ مل کر ایک میٹنگ رکھی اور باہمی مشورے سے عالمی سطح پر دعوت و تبلیغ کا کام کرنے کے لیے ایک تنظیم ورلڈ اسلامک مشن کی بنیاد رکھی اور ۱۹۷۳ء میں برطانیہ کے شہر بریڈ فورڈ میں اس کا دفتر قائم ہوا۔

(۲) اسلامک مشنری کالج کا قیام: ورلڈ اسلامک مشن کو سطح زمین پر اتارنے کے لیے زمین کی تلاش شروع ہوئی، اتفاق سے ایک چرچ جو بک رہا تھا لیکن قیمتی ہونے کی وجہ سے شرکا حضرات خریدنے کے سلسلے میں شش و پنج میں تھے لیکن علامہ فضل خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے چرچ کو خریدنے کے لیے تیار ہو گئے۔ رقم کی فراہمی کا یہ معاملہ آسان نہ تھا۔ ایک تو وہ اپنے ملک سے دور تھے اس لیے آپ نے اطراف کے علما کو تیار کیا اور قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کے ساتھ مل کر انگلینڈ کے شہروں کا دورہ کیا جس میں عوام کو اسلام کے استحکام اور دینی ادارے کے قیام کے لیے ابھارا، انھیں احساس دلایا کہ یہ کتنا اہم کام ہے۔ اگرچہ اس کے لیے انھیں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، مگر بالآخر آپ کی ہمت و ارادے کی جیت ہوئی اور اس چرچ کو خرید کر اسلامک مشنری کالج کے نام سے ایک دینی ادارے کی بنیاد رکھی اور اس سے متصل ایک مسجد کا بھی سنگ بنیاد رکھا۔

مولانا فروغ القادری جو ورلڈ اسلامک مشن کے اہم رکن ہیں اور کئی سالوں سے انگلینڈ ہی میں مقیم ہیں، آپ لکھتے ہیں کہ آج برطانیہ کے سینے پر سینوں کی تقریباً آٹھ سو مسجدیں کھڑی ہیں۔ آپ شاید یقین نہ کریں، ان کی بقا میں موصوف (علامہ) کا خون جگر شامل ہے۔

(۳) جامعہ مدینۃ الاسلام: قائد اہل سنت علامہ ارشدالقادری نے جب ہالینڈ کا دورہ کیا تو انھوں نے عادت کے مطابق وہاں کے حالات اور مسلمانوں کی خبر لی۔ انھیں یہ سن کر بڑا افسوس ہوا کہ سوری نام (امریکہ) سے منتقل ہونے والے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور دینی معمولات میں تیزی سے تبدیلی آتی جا رہی ہے۔ یہ سننے کے بعد علاقے کے ذی اثر لوگوں کو جمع کیا اور جامعہ مدینۃ الاسلام کی بنا رکھی۔ ابتدا میں یہ ادارہ کرائے کے ایک مکان میں چلتا رہا جس میں حفظ و قرأت کی تعلیم ہوتی رہی اور جب کچھ بچوں نے حفظ قرآن مکمل کر لیا تو دستارِ حفظ کے لیے ایک پروگرام رکھا گیا۔ چوں کہ آپ اس کے بانی اور چیئرمین بھی تھے اس لیے آپ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ پروگرام اتنا کامیاب رہا کہ ہالینڈ میں اس کا چرچا زوروں پر تھا، کئی ہفتوں تک تو میڈیا والوں نے اس کی خوب تشہیر بھی کی۔ اس کامیابی کے بعد جامعہ کے ارکان اتنے خوش ہوئے کہ انھوں نے حفظ و قرأت کے ساتھ عالم و فاضل کی پڑھائی بھی شروع کرادی۔ اس میں ان کا

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جن لوگوں کی مادری زبان ڈچ، انگلش، جرمن اور فرنچ ہے انھیں اسلامی علوم سے آراستہ کر کے یوروپ میں علما کی ایک ایسی ٹیم تیار کی جائے جو یوروپین عوام تک انھیں کی مادری زبان میں اسلام کا پیغام پہنچا سکے۔

جامعہ مدینۃ الاسلام کی بنیاد کے لیے جب زمین کی خریداری کے لیے علامہ نکلے تو فضل مولیٰ سے ایک تین منزلہ عیسائی کالج کی شاندار عمارت مل گئی جو تعلیمی منصوبے پر پورے طور سے اتر رہی تھی۔ فضل خداوندی دیکھیے کہ اتنی کم قیمت میں وہ شاندار عمارت مل رہی تھی جتنے میں صرف اس کی زمین خریدی جاسکتی تھی۔ لوگ اس پر حیران تھے، پھر بھی رقم اکٹھا کرنے کے لئے دو مہینے کی مہلت لینی پڑی جب وقت مقررہ پر رقم اکٹھا ہونے کی صورت نظر نہ آئی تو علامہ شاہ احمد نورانی علامہ ارشد سے کہنے لگے کہ احباب جامعہ کے حوالے سے بہت فکر مند ہیں کہ آپ واپس ہندوستان تشریف لے جائیں گے اور بقایا رقم کی فراہمی ان کے سر پڑ جائے گی اور یہ صورت حال ان کے لیے استطاعت سے باہر ہو جائے گی، اس لیے جامعہ کی عمارت خرید نے سے پہلے ایک بار غور کر لیں۔ یہ سن کر علامہ صاحب نے جواب دیا کہ میں ان کو چھوڑ کر کہاں جارہا ہوں کہ بقایا رقم کی فراہمی ان کے سر پڑ جائے گی؟ جب تک جامعہ کی بقایا رقم کی ادائیگی نہیں ہوجاتی میں یہیں رہوں گا۔ چند دنوں کے بعد ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں چندے کی اپیل کی گئی، پروگرام کے اختتام پر علامہ کی ایسی رقت انگیز دعا ہوئی جس میں وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ اسی محفل میں ایک امریکن نوجوان اپنے دوست کے ساتھ موجود تھا، اس پر علامہ صاحب کی دعا کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے مطلوبہ رقم اپنے والد سے دلوا کر علامہ صاحب کی بے چینی دور کی۔

(۴) **سرینام میں علامہ کی یادگاریں:** ہالینڈ جانے سے قبل علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ سرینام پہنچے اور قیام کے دوران یہاں کے مسلمانوں کی سیاسی حصہ داری کے متعلق معلومات حاصل کی۔ جب انھیں پتہ چلا کہ یہاں کے مسلمان مختلف پارٹیوں میں بٹے ہوئے ہیں تو آپ نے ریڈیو کے ذریعے اپنی آواز مسلمانوں تک پہنچائی۔ اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ دوسرے ہی دن سارے سیاسی و مذہبی مسلم عمائدین کی ایک اہم میٹنگ آپ کی قیام گاہ میں ہوئی اور آپ نے ''سرینام پولٹیکل کونسل'' کے نام سے ایک سیاسی تنظیم کی بنیاد ڈال دی۔ اسی سفر میں آپ نے اپنی عادت کے مطابق اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم علیمیہ کی بنا بھی رکھی۔

(۵) **دعوت اسلامی کی بنیاد:** علامہ ارشد القادری کے ذہن میں ایک ایسی تحریک تھی جو جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کا دعوت وتبلیغ کے ذریعے جواب دے سکے اور دعوت وتبلیغ کے لیے خاص طور پر ایسے افراد ہوں جو اس کام کے لیے پورے طور پر وقف ہوں۔ اس تحریک کے لیے آپ نے موزوں جگہ پاکستان کو پایا۔ ۱۹۸۲ء میں پاکستان پہنچے اور وہاں کے ممتاز ومعروف علما کے ساتھ مل کر اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا خاکہ پیش کیا۔ علمائے پاکستان نے اس تحریک کی حمایت کی اور اس طرح دعوت اسلامی کی بنا پڑ گئی۔

علامہ صاحب ہی نے مولانا محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی کو اس کا امیر منتخب کیا اور فیضان سنت کا خاکہ بھی علامہ ہی نے تیار کیا۔ دعوت اسلامی کو ذہن سے لے کر زمین پر اتارنے تک قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ پیش پیش رہے۔ دعوت اسلامی کی بنیاد علامہ نورانی کے گھر پر ہی ڈالی گئی۔

(۶) **بیرون ممالک کانفرنسوں میں بحیثیت مندوب شرکت:** آپ ملک وبیرون ملک میں اپنی تقریروں کے ذریعے بھی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ ان بین الاقوامی کانفرنسوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیں جن میں علامہ نے شرکت کی ہے:

(۱) کلچرل کانفرنس، ایران۔ (۲) اسلامی عالمی کانفرنس، لیبیا۔ (۳) حجاز کانفرنس، انگلینڈ۔ (۴) امام احمد رضا کانفرنس، پاکستان۔ (۵) مولانا عبد العلیم کانفرنس، ہالینڈ (۶) عالمی اسلامی کانفرنس، عراق (۷) عالمی میلاد کانفرس، پاکستان۔

(یہ مضمون رئیس القلم نمبر (جام نور)، عینی مشاہدات، دعوت اسلامی اور علامہ ارشد القادری سے ماخوذ ہے۔)

(۳) **تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا بریلوی ازہری مدظلہ العالی:** جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری بریلوی کی شخصیت جہاں دورِ حاضر میں منفرد اور فقید المثال ہے وہیں بے پناہ اوصاف وخصوصیات کی حامل بھی ہے۔ آپ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی ترویج واشاعت کے لیے ملک وبیرون ملک کا برابر سفر کرتے ہیں۔ آپ نے پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، بحرین، قطر،

کویت، امریکہ، جرمنی، سعودی عرب، شام و فلسطین وغیرہ کا سفر کر کے سوادِ اعظم اہل سنت کا پیغام عام کیا۔ بیرون ہند اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کے اسلامی مشن کی ترویج واشاعت کے لیے جدو جہد فرما رہے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کا سفر ہالینڈ کا ہوا۔ جلسہ میں بہت سے ڈاکٹرس اور پروفیسرس ٹائی لگا کر شریک تھے۔ آپ نے ٹائی کی حقیقت اور ٹائی کے تعلق سے عیسائیوں کے عقیدے پر بھر پور تقریر فرمائی اور ٹائی کے جتنے اقسام ہیں ان کی بھی وضاحت فرمائی۔ اس سلسلے میں آپ کی کتاب ''ٹائی کا مسئلہ'' وجود میں آئی۔ (تجلیات تاج الشریعہ ص:۴۳۷)

عالم اسلام کے بنیادی اور عالمی مسائل کو پیچیدگیوں کے پیش نظر ورلڈ اسلامک مشن لندن کے زیر اہتمام ہونے والی حجاز کانفرنس میں جانشین مفتی اعظم اور علامہ ارشد القادری شرکت کے لیے ۱۹۸۵ء میں لندن تشریف لے گئے تھے۔ اس میں حضرت تاج الشریعہ نے خطاب بھی فرمایا۔ حجاز کانفرنس کی صدارت آپ ہی نے فرمائی تھی۔ اس کانفرنس کی اہمیت اس لیے ہے کہ یہ بین الاقوامی کانفرنس تھی جس میں پوری دنیا کے قائدین نے شرکت کی اور درپیش مسائل پر کھل کر بحث ہوئی اور حل کے لیے لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ (ایضاً ص:۱۱۶)

ہند و بیرون ہند جہاں بھی آپ تشریف لے جاتے، شریعت مطہرہ کے بالمقابل کسی بھی چیز کو ترجیح نہیں دیتے ہیں۔ دبئی میں گولڈ مارکٹ کے قریب سنیوں کی مرکزی مسجد ہے جس میں مائک پر نماز ہوتی تھی کہ مائک کے بغیر آواز پہنچنا مشکل تھا مگر حضرت تاج الشریعہ نے لوگوں کی چون وچرا کی پروا کیے بغیر نمازِ جمعہ کی امامت بغیر مائک کے فرمائی۔ درحقیقت عوام انھیں علما کو مطعون کرتی ہے جو، اپنے شرعی فتویٰ پر عامل نہیں ہیں۔ اگر کوئی پابند شرع ہو تو قوم ضرور اس سے محبت بھی کرے گی اور احترام بھی۔

حضرت تاج الشریعہ کے علم کی تصدیق صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند کے شیوخ نے بھی کی۔ ان میں بعض نے آپ سے سند حدیث حاصل کی اور داخل سلسلہ بھی ہوئے۔ ۲۰۰۸ء میں آپ دمشق تشریف لے گئے تھے۔ وہاں علم کلام کے مشہور عالم ''عبد الہادی الشنار'' حضرت کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے اور علما کی طلب پر حضرت نے کئی علمائے شام کو سند الحدیث سے بھی سرفراز فرمایا۔

ان خدمات کے علاوہ حضرت بیرون ہند کئی اداروں کی سرپرستی بھی فرما رہے ہیں۔ مرکزی دارالافتاء ہالینڈ، مدرسہ فیض رضا سری لنکا، سنی رضوی جامع مسجد امریکہ، اعلیٰ حضرت مشن بنگلہ دیش۔ وغیرہ
(انوار تاج الشریعہ، ص:۵۰)

اب اخیر میں تاج الشریعہ کا ایک عظیم کارنامہ جو ہم ہندی سنیوں کے لیے یقیناً فخر کی بات ہے۔ ۴ مئی ۲۰۰۹ء کو حضرت ''جامع ازہر شریف'' تشریف لے گئے تھے۔ وہاں آپ نے خالص عربی زبان میں تقریر کی جس کا اکثر حصہ اعلیٰ حضرت پر لگائے گئے الزامات کی تردید پر مشتمل تھا۔ آپ نے وضاحت فرمائی کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک نہیں بلکہ یہ وہی مسلک ہے جو صحابہ کرام، تابعین عظام اور سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کا مسلک ہے۔ ہمارے مخالفین ہمیں بریلوی کہتے ہیں اور بدنام کرتے ہیں۔'' اس دورہ میں رئیس الجامعہ ڈاکٹر احمد طیب نے آپ کی خدمت میں الدرع الفخری (فخر ازہر) ایوارڈ پیش کیا۔ یہ ایوارڈ ان علما کو دیا جاتا ہے جو اپنے ملک میں دین وملت کے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہ ہم ہندوستانیوں کے لیے فخر کی بات ہے کہ یہ اعزازی میڈل حضرت تاج الشریعہ کو دیا گیا۔
(جام نور دہلی، اگست ۲۰۰۹ء ص:۹)

(۴) شیخ الاسلام حضرت علامہ سید شاہ محمد مدنی میاں جیلانی اشرفی: حضرت علامہ سید شاہ محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی کی ذات بابرکات سے کون واقف نہیں، آپ ایک مایہ ناز خطیب، بالغ النظر محقق، متبحر عالم دین اور نہ جانے کن کن اوصاف سے خدا نے آپ کو نوازا ہے۔ آج آپ کی شخصیت خلیج بنگال سے لے کر وادیٔ کشمیر اور جنوبی ہند سے لے کر شمالی ہند تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ اپنی بے لوث اور بیش قیمت ملی خدمات اور وراثتی علمی جاہ وجلال کی بنا پر برصغیر ہند و پاک کی سرحدوں سے نکل کر مغربی ممالک میں زبان زد عوام وخواص ہیں۔

آپ نے پہلی مرتبہ اپنے عقیدت مندوں کی خواہش پر ۱۹۷۴ء میں برطانیہ کا سفر طے کیا، جس میں تقریباً ۲۵ شہروں کا دورہ کیا (۱) برسٹن (۲) ڈیوزبری (۳) بریڈفورڈ (۴) ساؤتھ ہیمٹن (۵) ایلکس (۶) بوسٹن (۷) بلیک برن (۸) اسکیل مرسڈل (۹) کوٹن ٹری (۱۰) میٹر برو (۱۱) وٹ فورڈ (۱۲) ہائی وِمکب (۱۳) سلاؤ (۱۴) جیکسی فکس (۱۵) نیلسن (۱۶) اولڈہم (۱۷) لسٹر (۱۸) برمنگھم (۱۸) ڈربی (۲۰) لائی کراس (۲۱) برنلی (۲۲) لندن (۲۳) مانچسٹر (۲۴) شیفلیڈ (۲۵) لنکاسٹر۔

آپ نے اس تبلیغی دورے میں تبلیغ کا ہیڈ کوارٹر لنکاسٹر بنایا جہاں سے آپ مغرب میں آباد مسلم و نو مسلم کے ایمان و عقائد کے تحفظ کی خاطر نہایت بالغ نظری سے تبلیغی دورے، عوامی جلسے اور مجلس پند و نصائح کا انعقاد کرتے۔ آپ کو اپنے اس دورے میں مغربی سیکولر نظام تعلیم اور نسبتاً زیادہ لچکدار معاشرہ کے باشندگان کے ذہنوں میں اٹھنے والے بہت سے اہم وغیر اہم سوالات کے جوابات کی ضرورت کا جب احساس ہوا تو آپ نے حالات کی نزاکت کے مطابق ایک سوال و جواب کی محفل کا انعقاد کیا جس کے ذریعے آپ نے ہزاروں مشکوک ذہنوں کا تزکیہ فرمایا۔ عوامی جلسوں کے انعقاد میں بھی حالات کی نزاکت کا بڑا خیال رکھتے، عموماً آپ خطاب کا پروگرام جمعہ کو نمازِ جمعہ سے قبل اور سنیچر و اتوار کو مساجد یا پروگرام کے لیے ہال کرایہ پر لے کر جلسہ منعقد کرتے۔ اس طرح آپ نے مسلسل بارہ سال تک برطانیہ میں اپنا تبلیغی دورہ جاری رکھا، جس مدت میں کم و بیش ۳۰ خطابات دیے جس کا سامعین کے ذہن وقلوب پر گہرا اثر پڑا کہ لاکھوں ذہنوں کو آپ کے خطاب دل نواز نے روحانی و دینی انقلاب سے دوچار کیا۔ کیلوگوں میں آپ کے خطاب کی اتنی طلب تھی کہ وہاں کے اہل ذوق حضرات نے تو ان تمام خطابات کو ٹیپ ریکارڈ کر لیا اور آگے چل کر اسے کتابی شکل دیدی جو آج ''خطبات برطانیہ'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس اولین دورے کے بعد شمالی امریکہ میں نیویارک، نیو جرمنی، شکاگو، ہیوسٹن، کناڈا کے مشہور شہر ٹورینٹو، ہالینڈ، بلجیم کی راجدھانی برسلز اور فرانس کے دارالحکومت پیرس میں تقریباً ۲۳ برس تک اپنے دوروں کا سلسلہ قائم رکھا۔

اب گزشتہ چند سالوں سے حضرت مدنی میاں خطابت کے بجائے تصنیف و تفسیر میں اپنے آپ کو مصروف کر رکھا ہے۔ (جاری)

☆☆☆

☆ طالب علم درجۂ سادسہ، شعبۂ درس نظامی جامعہ اشرفیہ مبارک پور
7752822830

موجِ خوں چشمِ نم تک آپہنچی

پچھلے کچھ وقت سے رامپور میں مقابرِ صالحین و مزاراتِ اولیا کو منہدم کرنے کے سانحے مسلسل سامنے آ رہے ہیں، پہلے جوہر یونی ورسٹی روڈ کے کنارے بے نظیر باغ میں واقع مزار دادا میاں کو رات میں جے سی بی کی مدد سے کھود پھینکا گیا، اُس کے بعد موضع پسیا پورا میں جوہر روڈ کے کنارے واقع قبرستان کی دو قبورِ مومنین ختم کر ڈالی گئیں، جب کہ ابھی پچھلے دنوں شہر رامپور کے محلّہ کلکتہ میں واقع صدیوں پرانا مزار حضرت سنّی میاں رحمۃ اللہ علیہ کا حجرہ جس میں مزار واقع تھا، زمیں بوس کر ڈالا گیا۔ اب 8 جنوری 2016 کا تازہ سانحہ یہ ہے کہ دیر رات حضرت سنّی میاں کی ضریح یعنی قبر بھی زمین سے کھرچ ڈالی گئی اور فوراً ہی اُس پر تازہ روڈ ڈال دیا گیا جب کہ تیسرے ہی دن خاص مسمار شدہ قبر کی جگہ اہلِ شہر کے پیشاب پاخانہ کو بہا لے جانے والے گندے نالے کی ساری سڑی کالی گندگی ڈال دی گئی، جسے بہ چشمِ خود دیکھنے کے بعد ناچیز کی روح کانپ اُٹھی۔ رامپور ضلع میں سلسلہ وار اِس طرح کے افسوس ناک واقعات انجام دیے جا رہے ہیں۔ مجھے اِن افسوس ناک وغیر شرعی وغیر اخلاقی کارروائیوں پر بے حد دکھ ہے، مجھے ہی کیا، شہر کا ہر سادہ دل مسلمان دکھی ہے بلکہ بہ قسم عرض کر سکتا ہوں کہ میں نے جتنے دیگر برادرانِ وطن کو اِس سلسلے میں بات کرتے پایا، دکھی ہی دیکھا۔ یہ تو صاف ہے کہ یہ سب سیاسی اشاروں پر ہو رہا ہے، مگر مجھے شکوہ ان علما سے جو خود کو علمائے اہل سنت کہتے یا کہلواتے ہیں، کہ کس طرح وہ اِس پورے سلسلے کے دوران بے توفیق اور بے دست و پا بنے ہوئے ہیں، وہ گروہ جس کا شہر کے محراب و منبر پر قبضہ ہے منہ میں پتھر دبائے جامد و ساکت بیٹھا ہے اور وہ گروہ جو سنیت کا ڈھنڈورچی ہے، طمع اور مکر و منافقت کی راہ چل رہا ہے۔ عام مسلمان مجبور ہے کیوں کہ موجودہ حالات میں کوئی بھی بڑا مذہبی عالم گنگِ محض بنا ہوا ہے جب کہ بلا قیادت منتشر بھیڑ سوائے پولس سے لاٹھیاں کھانے کے کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتی، پبلک حیران اور سکتے میں ہے، بے سہارا اور بے قیادت، علما سے بدظن و بیزار۔ حالیہ سال پیش آ رہے انہدامی واقعات اور مخصوص علما کی مجرمانہ خاموشی یا پینترا بازی کی بھی اپنی تفصیل ہے، جو عبرت ناک ہے۔ اللہ مجھ گناہ گار کو معاف فرمائے۔ آمین۔

محمد ناصر مصباحی، مجلسِ فکر اسلامی، حضرت پور، توپ خانہ، رامپور (یوپی)

حالات حاضرہ دعوت فکر و نظر

دہشت گردی کس مذہب یا قوم کا اثاثہ ہے؟

دہشت گردی فکری بیماری ہے، علاج بھی فکری ہونا چاہیے۔ روحانیت سے بغاوت دہشت گردی ہے تو اسی سے خاتمہ ہوسکتا ہے

عبد المعید ازہری☆

دہشت گردی کا نہ کوئی ملک ہوتا ہے نہ مذہب اور نہ کوئی خاص قوم دہشت گرد ہوتی ہے۔ دہشت گردی صرف دہشت گردی ہوتی ہے اور دہشت گرد صرف دہشت گرد۔ دہشت گردی کسی بھی ملک، مذہب اور قوم کیلئے بدنما داغ ہوتی ہے۔ یہ غیروں کے ساتھ اپنوں کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ دہشت گردی کی اپنی ایک خاص فکر ہوتی ہے۔ یہ فکر کسی بھی مذہب کے ماننے والے میں پیدا ہوسکتی ہے۔ اس فکر کا مقام کوئی بھی ملک ہوسکتا ہے۔ وہ دہشت گرد کسی بھی قوم کا ہوسکتا ہے۔ ہر ملک کے اپنے قانون ہیں۔ مذہب کے اپنے اصول اور قوم کی اپنی روایتیں ہیں۔ اگر چہ ہر دہشت گرد کسی ملک، مذہب اور قوم کا فرد ہوتا ہے لیکن یہ ساری نسبتیں اور تعلقات دہشت گردی سے پہلے ہوتی ہیں۔ دہشت گردی پہلے خود کی قومی روایت، ملکی قانون اور مذہبی اصول کو توڑتی ہے۔ اپنے ہی ملک، مذہب اور ملت سے بغاوت کرتی ہے۔ تب وہ عوام و خواص کیلئے دہشت گرد ہو جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ہر دہشت گرد سب سے پہلے اپنے قوم، مذہب اور ملک کا دشمن ہوتا ہے، اس لیے ہر مذہب اس کی سخت مذمت کرتا ہے۔

کسی بھی مذہب میں دہشت گردی کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ یہودی ہو یا نصرانی، مجوسی ہو یا دہریہ، ہندو ہو یا مسلمان کسی کا بھی مذہب انتہا پسندی کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ ہر مذہب اپنے مذہبی عبادت و ریاضت سے قبل انسان ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ یہ ایک فطری قاعدہ کلیہ ہے کہ کسی بھی مذہب کو اختیار کرنے سے قبل انسان ہونا ضروری ہے۔ کسی غیر جاندار کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ جاندار میں کسی حیوان یا چرند و پرند کا بھی کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ مذہب صرف انسان کا ہوتا ہے۔ انسان اسے کہتے ہیں جس میں انسیت ہو۔ ایک دوسرے سے لگاؤ اور محبت ہو۔ اب دہشت گردی تو انسانیت کے ہی خانے میں نہیں آتی تو مذہب اور ملک و ملت کے خانے میں کیسے آئے گی؟

فطرت انسانی کے بعد مذہبی اصول کا اگر جائزہ لیں تو مذہب بھی وہی بات کہتا ہے جو فطرت نے واضح کیا ہے۔ مذہب فطرت کے مخالف نہیں ہوتا۔ مذہب تو فطرت کا محافظ ہوتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی اصل مذہبی کتابیں توریت و انجیل ہیں۔ اصل کتابوں میں کہیں بھی دہشت گردی اور انتہا پسندی کا ذکر نہیں ملتا۔ کسی نے اپنی طرف سے گڑھ کر اسے مذہبی فرمان بنا دیا ہو تو الگ بات ہے۔ اسی طرح ہندو مذہب یا سناتن دھرم میں بھی کسی جاندار کو مارنا بہت بڑا گناہ تصور کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک چھوٹے کیڑے کو بھی مارنا گناہ ہے۔ تو ایسے مذہب کے ماننے والے کسی انسان کا قتل کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر کوئی قتل کرتا ہے تو وہ دراصل کسی انسان کا قتل کرنے سے پہلے اپنے مذہب کا قتل کرتا ہے۔ اپنے قومی وقار اور مذہبی روایت سے بغاوت کرتا ہے۔ اسی طرح مذہب اسلام بھی کسی بھی طرح کی قتل و غارت گری کی اجازت نہیں دیتا بلکہ وہ تو صاف لفظوں میں اعلان کرتا ہے کہ اگر کسی نے بے وجہ کسی کا قتل کیا تو گویا اُس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔ ایک جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ فساد فی الارض گناہ عظیم ہے۔ ایک اور جگہ اسلام کا فرمان ہے کہ پوری کائنات خدا کی مخلوق ہے، کسی مخلوق کو بھی بیجا تکلیف پہنچانا گویا خدا کو تکلیف پہنچانا ہے۔

کسی کو مار دینا، کہیں خود کش حملے کرنا، کہیں بم دھماکے کرنا ہی دہشت گردی نہیں۔ دہشت گردی کو کسی بھی قوم، ملک یا مذہب کے ساتھ خاص کرنا بھی دہشت گردی ہے۔ مجرم کی بجائے اس کے اہل و عیال کو سزا دینا بھی دہشت گردی ہے۔ جس طرح ظلم کے خلاف خاموش رہنا ظلم ہے ایسے ہی دہشت گردی کے خلاف خاموش رہنا بھی دہشت گردی ہے۔ جب ہر دہشت گرد پہلے اپنی قوم اور مذہب کا باغی ہے تو سب سے پہلے اس قوم اور مذہب کے مذہبی رہنما اور قومی سربراہوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے باغی کو سزا دیں۔ اس

کا سماجی بائکاٹ کریں۔ اپنے گھر کی گندگی کو خود صاف کریں تا کہ دوسروں سے کہہ سکیں کہ ہم نے اپنے گھر کی صفائی کر لی ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔ تمہارا گھر بھی گندا ہوتا جا رہا ہے۔ اگر معاملہ اس مذہب اور قوم کے بس اور قابو سے باہر ہو گیا ہے تو ملکی سطح پر اس کا علاج کیا جائے۔ ملکی سطح پر اس کو پالا نہ جائے تا کہ وقت آنے پر اپنا سیاسی الو سیدھا کر کے عوام میں بے چینی اور دہشت گردوں کو شہ ملے۔ یہ بھی ایک قسم کی دہشت گردی ہے۔ اگر ملکی سطح پر بھی حل ممکن نہ ہو تو بین الاقوامی سطح پر ایسی فکر کی سرکوبی کی جائے تا کہ کسی دوسری قوم میں بھی بغاوت کا سر ابھارنے والوں کو قبل از وقت سبق مل سکے۔

جس طرح ہر ملک کا قانون ہے یوں ہی اس کا ایک صراط مستقیم ہے۔ اس راہ راست سے انحراف دہشت گردی ہے۔ اسی طرح ہر قوم کی اپنی روایتیں ہیں جن سے بغاوت دہشت گردی ہے اور ہر مذہب کے اپنے اصول ہیں جن سے انکار بھی دہشت گردی ہے۔

یہ فکر انسان کے اندر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب مذہبی اصولوں کی پابندیاں کمزور ہونے لگتی ہیں۔ روایتوں میں دلچسپی ختم ہونے لگتی ہے۔ قانون کا محافظ متعصب یا مجبور ہونے لگتا ہے۔ لوگوں کا بھروسہ قانون سے اٹھنے لگتا ہے۔ ایسے میں لوگ آزاد ہو جاتے ہیں۔ ملک کے قانون، مذہبی اصول اور قومی روایت سے آزادی جیسے باغیانہ افکار اس آزاد انسان کے اندر پیدا ہونے لگتے ہیں۔ ایسے ماحول کا تسلسل اسے باغی بنا دیتا ہے۔

ہر مذہب میں عبادت کا تصور ہے۔ طریقے الگ ہیں انداز جدا ہیں لیکن عبادت کا تصور ضرور ہے۔ عبادت کا تعلق ظاہر و باطن دونوں سے ہوتا ہے۔ ظاہری عبادت انسان کو ایک خاص وقت میں ایک خاص انداز میں ایک خاص اصول اور ضابطے کا پابند بناتی ہے۔ روحانی اور باطنی عبادت انسان کو اس خاص ضابطے کا پابند رہنے کی تلقین بھی کرتی ہے اور ابھارتی بھی ہے۔ انسان کی فطرت آزادی چاہتی ہے۔ یہ روحانیت ہے جو انسان کو ایک خاص دائرے اور اصول سے باندھے رہتی ہے۔ ایک دوسرے سے ٹکرانے کی بجائے ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کا انداز اور طریقہ سکھاتی ہے۔ یہ روحانی تعلیم و تربیت ہر مذہب میں پائی گئی ہے۔ تمام مذاہب کو اگر کسی ایک دھاگے میں پرونا ممکن ہوتا ہے تو یہی روحانیت کا دھاگا ہے جہاں انسان اپنے مذہب کے ساتھ انسانیت کے دھاگے میں بندھا ہوا ایک ساتھ اٹھتا بیٹھتا نظر آتا ہے۔

یہ ایک ناقبل فراموش حقیقت ہے کہ جہاں بھی یہ روحانی تعلیم کمزور ہوئی وہاں مذہب، ملک اور قوم سے بغاوت تیز ہونے لگی۔ اس بغاوت کا پہلا اور سب سے شدید شکار یہی روحانی تعلیم و تربیت ہوئی ہے۔ روحانی تعلیم کا سختی سے انکار کرنا، روحانی تاریخ کو مٹانا، روحانیت کو مذہب سے خارج کر کے اسے لغو اور خرافات کہہ کر ختم کرنا اِس دہشت گرد فکر کا پہلا اور اہم کام ہوتا ہے۔ جب تک لوگ روحانیت سے بیزار نہیں ہونگے باغی نہیں بنیں گے۔ ہم اپنے اطراف کا جائزہ لیں تو ہم پر واضح ہوگا کہ کسی بھی مذہب کو برا کہنے والا خود اپنے مذہب کا باغی ہوتا ہے۔ فساد کو ہر مذہب نے برا جانا ہے۔ فساد چاہے زبان کے ذریعہ ہو یا قلم اور ہاتھ پیر کے ذریعہ ہو۔

اسلام نے مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان، ہاتھ اور پیر سے دوسرے محفوظ رہیں۔ قوم مسلم میں پیدا ہونے والی باغیانہ فکر کا بھی یہی حال ہے۔ یہ فکر کسی دوسرے کا دشمن ہونے سے قبل پہلے خود قوم مسلم اور مذہب اسلام کی دشمن ہے۔ اس فکر نے بھی اپنے موقف کے مطابق وہی کیا۔ روحانیت کو نشانہ بنایا۔ اسلام کی تاریخی عمارتوں کو مسمار کیا۔ اسلامی آثار، نشانیوں اور باقیات کو ختم کیا۔ مسجدوں اور درگاہوں پر بلڈوزر اور بم سے حملے کیے۔ صرف اس لیے تا کہ روحانیت کا خاتمہ ہو سکے۔ درگاہ وہ جگہ ہیں جہاں آج بھی ہر مذہب کے لوگ اپنی عقیدتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ کل صاحب درگاہ نے اپنے باطنی طرز عبادت اور اخلاق و روایت سے جو امن کا ماحول قائم کیا تھا آج بھی وہی ماحول ان کے آستانوں پر دیکھنے کو ملتا ہے۔

اور یہ باغیانہ فکر صرف ان کے پاس ہی نہیں ہے جن کے ہاتھوں میں بندوقیں ہیں۔ یہ فکر ان کے پاس بھی ہے جو مسجد میں پانچ وقت اپنے رب کے سامنے سجدہ کرنے کی بات کرتے ہیں۔ جن کے ہاتھوں میں قرآن اور زبان پر قرآنی آیات کی تلاوت کا ورد ہوتا ہے لیکن فکری طور پر وہ روحانیت اور اس باطنی طرز عبادت اور روایت میں یقین نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی فکر رکھنے والوں کے لئے اس طرح کی دہشت گرد گروہ کا حصہ بننا آسان ہو جاتا ہے۔

آج پوری دنیا اِس دہشت گردی کا شکار نظر آ رہی ہے۔ سب

منظر نامہ | آزاد ہند کی جمہوریت سوز تاریخی حقیقت

وہابیت اور ہندتوا - دو ہم آہنگ تحریکیں

ڈاکٹر محمد افضال برکاتی☆

تحریک کا بیج دماغ میں بویا جاتا ہے، پھر تحریک قلم کی نوک سے جنم لیتی ہے، دل پر اثر انگیز ہوتی ہے، اعضاء تنفس میں پروان چڑھتی اور زبان سے جاری ہوتی ہے، اعضائے حرکت میں سرایت کرتی اور پھر شاہراہ پر دوڑنے لگتی ہے۔ اس پروان چڑھنے میں کبھی قلیل وقت لگتا ہے تو کبھی مدتوں لگ جاتے ہیں۔

تحریک وہابیت اور تحریک ہندتوا کے ساتھ پہلی ہم آہنگی یہی ہے کہ دونوں تحریکوں نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں قلم کی نوک سے جنم لیا۔ وہابی تحریک سعودی پیٹروڈالر کی قوت پا کر جلد پروان چڑھ گئی، جب کہ ہندتوا تحریک کو اقتدار کے حصول کے لیے دو سو سال کا طویل انتظار کرنا پڑا۔ ہندوازم اور تصوف جو قدیم ہندو دھرم اور اسلام کی روح مانے جاتے رہے ہیں، آج وہابی اور ہندتوا تحریکوں کے شور شرابے میں گم ہو چکے ہیں۔

دوسری ہم آہنگی: نئی تحریک کی نشو و نما کے لیے تقریر و تحریر کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور ساتھ ہی تحریک کی نظر سماج کے صاحب حیثیت فرد کی جیب اور صاحب علم و فن کی شہرت پر رہتی ہے جنہیں اپنے مشن کی دعوت دی جاتی ہے اور ان کے ذریعہ اپنی قوت بڑھائی جاتی ہے۔ غریب اور پس ماندہ افراد کو تحریک کے اصل اغراض و مقاصد سے دور ہی رکھا جاتا ہے اور کبھی ان کا بیجا استعمال کر کے ان کا جسمانی و معاشی استحصال بھی کیا جاتا ہے۔ دیوبندی مشن کو ان ہی خطوط پر آگے بڑھایا گیا۔ مسلم معاشرہ کا کریمی طبقہ ان کے دل نشین اور مؤثر طریقہ تبلیغ سے متاثر ہو کر دیوبندیت کے ساتھ آ گیا۔ آج بھی دیوبندی مکتب فکر کے فروغ کے لیے ان کا پہلا سیاسی گر، وہی ہے کہ اگر دینی دنیاوی ترقی اور کاروباری خوش حالی چاہیے تو آ جائیں ہمارے ساتھ۔

کچھ ایسا ہی لوک سبھا الیکشن سے پہلے دیکھنے کو ملا۔ ہندتوا کا دلکش نعرہ بھی کچھ ویسا ہی تھا کہ اگر ملک (ہندوؤں) کی ترقی اور تعمیر چاہیے تو اپنا ووٹ ہمیں دیں۔ پھر دیکھا گیا کہ سرمایہ کاروں نے انھیں سرمایہ دیا اور ہندوستان کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کے خاص افراد نے انہیں قوت بخشی کیوں کہ الیکشن جیت کر آنے کے بعد ان کو وزارت کی کرسی کا انعام دینے کا وعدہ کیا جا چکا تھا۔ پارٹی سے سابقہ وابستگی اور سیاسی تجربہ نہ ہونے پر بھی قلم دان وزارت ان کے ہاتھوں میں سونپ دیا گیا اور ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں ان کا یہ حربہ تجارتی انتظامات کی عمدہ دلیل بن کر ابھرا۔ اس طرح ہندتوا کے پرچار و پرسار کے لیے ہندتوا عوام اور ہندو سرکار کا لشکر ہندوستان کے قلب یعنی دہلی پر قابض ہوا پھر پورے ہندوستان پر ہندو حکومت اور ہندو آئین کے اپنے دیرینہ خواب کو حقیقت میں بدلنے کے لیے ہمالیائی کوششوں میں مصروف ہو گیا۔ آج بھی ہندتوا کا نعرہ وہی ہے کہ اگر (ہندوؤں) کی ترقی اور خوش حالی چاہیے تو ہمارے ساتھ آ جائیں۔

تیسری ہم آہنگی: دونوں تحریکیں حکمت عملی، جاذبیت، نام نہاد حقیقت پسندی اور خوبصورت چہرہ رکھتی ہیں۔ ان میں ابتدائی مراحل میں جس چیز کو صیغۂ راز میں رکھا جاتا ہے وہ ہے آمیزش۔ یعنی سچ کے ساتھ جھوٹ کی ہو بہو آمیزش پھر اس سے جو، زہر تیار کیا جاتا ہے وہ نفس کو اکسائے بغیر نہیں رہتا۔

وہابی تحریک کی حکمت عملی کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ابلیس میں اچانک برپا ہونے والے بدلاؤ کی کہانی، کسی دیوتا کی تعظیم سے نہیں، حضرت آدم کے پتلے سے بھی نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے آناً فاناً معظم بنائے گئے حضرت آدم سے شروع ہوتی ہے۔ نفس نے ابلیس پر بھی غلبہ پا لیا تھا۔ ابوالبشر حضرت آدم کی قرآنی تاریخ ہمیں اس حقیقت سے روشناس کراتی ہے کہ رب تعالیٰ کے نزدیک توحید کے بعد جو ضروری ہے وہ اس کی برگزیدہ مخلوق کی تعظیم ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ توحید، اسلام کا مرکزی نقطہ (Nucleus) ہے۔ یہی قدیم اور اصل ہے اور یہ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے

ساتھ دیگر تمام فرقوں کا جزولاینفک ہے مگر توحید کی بے تکی (Uncalled) حفاظت کے نام پر ابھرنے والی یہ وہابی دیوبندی تحریک اپنے اندر جو چیز چھپا کر لائی تھی وہ ابلیسی توحید کا زہر تھا۔ یعنی عبادت بھی صرف ایک اللہ کے لیے اور تعظیم بھی صرف ایک اللہ کے لیے۔ تعظیم کے شرعی مطالبہ پر باقی سب کے ساتھ بے ادبی اور دیدہ دانستہ احتراز۔ صاف مطلب یہ کہ غیر خدا کی تعظیم سے انکار اور اکابر کو اصاغر میں بدل ڈالنے کی نفس کی شرارت اور شرارت پر پردہ ڈالنے کے لیے نام نہاد حقیقت پسندی اور جاذبیت کی نمائش۔

ابلیسی توحید کا زہریلہ پودا جب زمین پر لگایا گیا تھا، تب ہی اشارہ مل گیا تھا کہ ضرور اس کے پھل اور بیج سرزمین اسلام پر لپٹنے والی بدلاؤ کی تیز آندھیوں کے تھپیڑوں پر سوار ہو کر فضاؤں کو مکدر اور مسموم بنادیں گے۔ بھاری بھرکم پیڑوز کوٰۃ، پیڑ وعطیات اور کثیر الجہت کوششوں کے انبار سے وہابی دیوبندی تحریکوں کی انرجی سچ کے ساتھ جھوٹ کی مقارنت کرنے پر خرچ کی گئی۔

ہندتوا کی حکمت عملی کی مثال سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ہندو، وہ ہیں جو آریہ قوم کے وارث ہیں، جب کہ دلت اور پس ماندہ ذاتیں جو قدیم ہندوستان کے اصل باشندے ہیں وہ ہندو نہیں اور یہ کل (ہندو) آبادی کا ۶۵ فی صد ہیں۔ اگر اس بات کا اعلان کر دیا جائے کہ ۶۵ فی صد ہندو نہیں، تو اصلی ہندو صرف ۳۵ فی صد ہی رہ جاتے ہیں اور یہ ۳۵ فی صد اتنی چھوٹی تعداد ہے کہ ڈیموکریٹک سسٹم میں حکومت سازی نہیں کر سکتے۔ کچھ ہی وقت میں ان کا اپنا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ یہ خطرہ ہندوؤں کو اندر ہی اندر پریشان کر رہا ہے۔ اس لیے وہ نعرہ لگاتے ہیں کہ گرو (فخر) سے کہو ''ہم ہندو ہیں'' تاکہ وہ دلتوں اور پس ماندہ طبقات کو جو ہندو نہ ہو کر بھارت کے اصل باشندے ہیں ہندو بنا کر، ان کی ہندوستان میں اکثریت بتا کر ہندو راجیہ قائم کر سکیں۔ اس کا واضح مطلب یہ نکلتا ہے کہ ہندو، دلت اور پس ماندوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں جو کہ ہندو نہیں اور وہ جو ہندو نہ ہو کر اصل بھارت واسی ہیں، انھیں ہندو مشتہر کرنا چاہتے ہیں۔ شُودر وَرن میں ہندوستان کی ساری پس ماندہ ذاتیں آتی ہیں۔

ان نچلی ذاتوں کے بارے میں ہندو دھرم کی فکر کیا ہے ملاحظہ کیجئے:

مشہور کتاب منواسمرتی ۲۱۵-۴ پر لکھا ہے: لوہار کیوٹ، رنگ ریز، سنار، بس پھوڑ اور کپڑا و بیاپاری کا اناج نہیں کھانا چاہیے۔ دوسری جگہ ہے: شودر کی ہتیا (قتل) کتا، بلی نیولہ، نیل کنٹھ، میڈھک، موہ، الّو اور کوّا کے سمان (برابر) ہے یعنی شُودر کے قتل کا کوئی تاوان نہیں۔ (منواسمرتی ۸۱-۴) شودر اگر دیج ورن (برہمن۔ چھتری اور ویشیہ) کو گالی دے تو راجہ اس کی زبان کاٹ لے۔ (منواسمرتی ۲۷۰-۲) شودر اگر اعلیٰ طبقے (برہمن ٹھاکر۔ ویشیہ) کو رائے دے تو راجہ اس کے منہ میں گرم تیل ڈالوادے۔ (منواسمرتی ۲۷۲-۲)

ہندو دھرم کی مشہور کتاب مہابھارت میں ہے: کتوں، چنڈالوں (یعنی شودر) اور کوؤں کو پرتھوی (زمین) پڑا اُن (یعنی دال، چاول، مکہ، جوار، باجرہ، دال) ہی سدا (ہمیشہ) کھانا چاہیے (مہابھارت ون پرو۔ ادھیائے (باب نمبر۲) شودر اپنی ہی ذات میں شادی کرے۔ اونچے ورن کی عورت کو نہ چھوئے۔ اُوپر کے تینوں ورن اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے شودر کی عورت سے جنسی ملاپ کر سکتے ہیں۔ (منواسمرتی ۱۲-۳)

ہندتوا کا سناتن دھرمی ہندو، دلتوں کو ہندو مانتا نہیں بلکہ بتاتا ہے۔ یہ انھیں ہندو اس لیے کہتا ہے تاکہ وہ مسلمانوں سے لڑیں، عیسائیوں سے لڑیں اور چالاکی یہ ہے کہ ہندو کہہ کر انھیں چھوت اچھوت بنائے رکھ کر اپنا غلام بنا سکے۔ یعنی سچ کے ساتھ جھوٹ کی ہو بہو ملاوٹ اور اس سے تیار ہونے والا ہندتوا کا زہر جو بار بار نفس کو اکساتا رہتا ہے۔ اس لیے ہندتوا کا یہ مشہور جملہ ''ہندوازم کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک طرز پر زندگی بسر کرنے کا نام ہی ہندوازم ہے'' محض ایک فریب ہے جو دلتوں میں اپنی قوت بڑھانے، مہان وِشال ہندوراشٹر میں انھیں جذب کرنے اور غیر ہندوؤں پر نفسیاتی دباؤ ڈال کر اُن میں خوف پیدا کرنے کے لیے ہے۔

چوتھی ہم آہنگی: وہابی دیوبندی تحریک نے ابلیسی توحید کی پختہ حفاظت وعمدہ تبلیغ کے لیے شعوری طور پر نتائج کا لحاظ رکھتے ہوئے (Deliberately) بارہ اسلامی اعتقاداتی امور میں حضرت پیغمبر اسلام ﷺ کو اللہ کا فرضی حریف بنا کر پیش کیا ہوا ہے اور ان کے ذریعہ آپ کی شخصیت وحیثیت کو جزوی طور پر متنازعہ فیہ (Controversial) بنا کر اہل اسلام کے درمیان دیدہ دانستہ ان کی اصل پوزیشن کو (اپنی دانست میں) کمزور کرنے کی کوشش کی ہے

تاکہ اس سے وہ سیاسی فائدہ حاصل کرسکیں۔

اسی طرح ہمارے ملک کی ہندتوا طاقتوں نے سیاسی فائدہ حاصل کرنے کے لیے دیش پریم (ہندو پریم) اور دیش دھرم (ہندو مذہب) کی حفاظت کے لیے اسلام اور ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے سوچ بچار کے منصوبے کے تحت اپنا سیاسی و مذہبی حریف گردانا ہے اور اہل اسلام کے ساتھ ملک کے لیے سیکولر دستور بنانے والی ایک سیاسی پارٹی کی پوزیشن کو عوام میں کمزور بنانے میں اپنی توانائی صرف کرنی شروع کردی ہے۔

اب ہم آپ کے مطالعہ میں ایک ایسی عبارت پیش کرنے جارہے ہیں جس میں حضرت پیغمبر اسلام کی اصل شرعی حیثیت کو مقام الوہیت (اللہ کے فرضی حریف) سے تعبیر کرنے کی وہابی تحریک کی نشاندہی کی گئی ہے اوران کی مرکزی فکر کی مذمت کی گئی ہے۔ یہ عبارت دورِ جدید کی مشہور عربی کتاب مفاهيم يجب ان تصحيح، سے نقل کی گئی ہے، جس کی تائید میں علمائے جامعہ ازہر مصر کے ساتھ بارہ اسلامی ملکوں کے کبار علمائے کرام بھی کھل کر سامنے آئے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف دنیائے اسلام کے مشہور عالم دین، حرم شریف میں درس دینے والے سید محمد علوی مالکی مکی حسنی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

ہر مقام کے مخصوص حقوق ہیں۔ کچھ اُمور یہاں ذکر کیے جائیں گے۔ بالخصوص ذات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے وہ خصائص جو آپ کو دوسرے انسانوں سے ممتاز کرکے آپ کی شخصیت وحیثیت کو ارفع واعلیٰ بنادیتے ہیں۔ بعض لوگوں کی کم عقلی، کوتاہ فکری اور تنگ نظری وغلط فہمی کی وجہ سے یہ اُمور ان کے لئے مشتبہ ونا قابل فہم بن گئے ہیں جس کی وجہ سے وہ امتیاز واختصاص رسول اللہ ﷺ کے قائلین پر اس بدگمانی کے ساتھ حکم کفر عائد کرنے اور انہیں دائرۂ اسلام سے خارج کرنے میں عجلت پسندی سے کام لیتے ہیں کہ انھوں نے مقام خالق ومقام مخلوق کو خلط ملط کردیا ہے اور نبی کریم کے مقام ومرتبہ کو مقام الوہیت تک پہنچادیا ہے، جس سے ہم اللہ کی بارگاہ میں اظہار برائت کرتے ہیں۔

اللہ کے فضل وکرم سے ہم اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اللہ کے حقوق کیا ہیں اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق کیا ہیں۔ اسی طرح ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کون سا حق صرف اللہ کا ہے اور کون سا حق اس کے رسول اللہ ﷺ کا ہے۔" (اصلاح فکر واعتقاد ،ص ۱۱۴۔اردو۔رضوی کتاب گھر، دہلی)

حضرت پیغمبر اسلام کے ساتھ وہابی تحریک کا اولیائے کاملین سے تعصب اس لیے ہے کہ یہ گروہ حضور پر اُن بارہ عقائد کو مانتا اور پہچانتا ہے اور اپنے پیچھے اہل سنت عقیدت مندوں کا بڑا ہجوم رکھتا ہے جو تحریک وہابیہ کو ناپسند کرتے چلے آئے ہیں اوران کی سیاسی سرگرمیوں میں رخنہ بنے ہوئے ہیں اور صوفی سنی ہندوستان کو وہابی ہندوستان بننے سے روکنے میں اپنے بس بھر کوشش کرتے رہتے ہیں۔

سرزمین ہندوستان پر اہل اسلام کے قیام اوران کے ساتھ مساوی سلوک کی ضمانت دینے کو یقینی بنانے کے لیے ملک کی ایک سیاسی پارٹی نے ۱۹۷۶ء میں ملکی دستور میں ترمیم کروائی جس سے ناراض ہندتوا طاقتوں نے اب برسر اقتدار آتے ہی اس پارٹی کو کمزور کرنے کی ہمہ جہت کوششیں شروع کردی ہیں۔

ان کی ایک کوشش یہ ہے کہ نہ صرف تاریخ کو دوبارہ لکھا جائے بلکہ ملک کے صف اوّل کے اداروں کے سربراہان کو بھی بدلا جائے اور ان کی جگہ آر ایس ایس کے لوگ لائے جائیں۔ ہمارے ملک کی جدید تاریخ میں ماضی کے ایک وزیر اعظم کا جو مقام ہے اس سے انھیں ڈر ہے، مثلاً نہرو میوزیم کو ہی لے لیجئے۔ یہ صرف وہ عمارت نہیں جو صرف نہرو کی ذات تک ہی محدود ہو بلکہ یہاں پوری جدوجہد آزادی کے تعلق سے ریکارڈ موجود ہے۔ یہاں ویر ساور کر کا بھی ریکارڈ دستیاب ہے جنھوں نے ہندوستان کی آزادی کی مخالفت کی تھی اور پورٹ بلیر جیل سے اپنی عرض داشت میں انگریز سرکار کو لکھا کہ مجھے رِہا کردیا جائے اس کے بدلے میں وہ سرکار کی ہر وہ خدمت کریں گے جو اُن سے طلب کی جائے گی۔ ہندتوا کی لغت میں موجودہ ہندوستان کو نہرو کا ہندوستان کہا جاتا ہے جس کو اب وہ ختم کردینا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ صرف نہرو کے خوابوں کا ہندوستان نہیں بلکہ اس ہندوستان کا خواب ہے جو ہندوؤں اور اہل اسلام کی عظیم قربانیوں کے ثمرہ میں مہاتما گاندھی کی رہنمائی کے سایہ تلے حاصل ہوا تھا۔

پانچویں ہم آہنگی: ہندتوا طاقتوں کا شکوہ یہ ہے کہ تقسیم ہند کے بعد مسلمان پاکستان ہجرت کرگئے اور اسے اسلامی ملک ہونے کا اعلان کردیا گیا، تو ہندو اکثریت کے لیے ہندوستان کو ہندو اسٹیٹ کیوں

نہیں بنایا گیا؟ اسے جمہوری اور سیکولر اسٹیٹ کیوں بنایا گیا؟ اسی لیے وہ آج بھی ہندوستان کے جمہوری وسیکولر دستور سے بیزار ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اسے قطعی قبول نہیں کرتے اور اس کا ذمہ، وہ ایک سیاسی پارٹی اور اس پارٹی کے پہلے وزیر اعظم کو ٹھہراتے ہیں، جب کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اس کے اصل ذمہ دار بابائے قوم گاندھی جی ہیں۔

اسی طرح وہابی تحریک کا یہ الزام کہ فرقہ خارجیہ وفرقہ معتزلہ کو مسلمانوں کے بڑے دھارے یعنی اہل سنت وجماعت نے اپنے سے کیوں الگ تھلک کر دیا؟ اور آج ان دونوں قدیم فرقوں سے بنے وہابی اور دیوبندی فرقہ کو بھی الگ ہی رکھا جاتا ہے۔ اس کی ذمہ داری وہ قدیم وجدید علماء وصوفیہ پر ڈالتے ہیں اور مسلک اہل سنت کو دل کی گہرائیوں سے قطعی قبول نہیں کرتے، جب کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ اس کے قطعی ذمہ دار نہیں بلکہ اس کے ذمہ دار صحابہ کرام ہیں۔ تحریک وہابیہ کے بانی ومفکر اپنی تصنیف ''منہاج السنۃ'' میں لکھتے ہیں:

''اہل سنت وجماعت قدیم ومعروف مذہب ہے۔ یہ مسلک (مذہب) امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے اور یہ مذہب صحابہ کرام کا مذہب ہے۔ انھوں نے یہ مذہب اپنے نبی سے حاصل کیا تھا۔ جو شخص اس کے خلاف چلے گا وہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک بدعتی قرار پائے گا۔''

ادھر ہندتوا کی مصلحت جوئی یہ کہ بابائے قوم پر حملہ سے گریز کرتے ہوئے ان سے وابستہ ایک سیاسی پارٹی پر اپنا غصہ اتارنا، ادھر وہابی تحریک کی مصلحت جوئی یہ کہ صحابہ کرام پر حملے سے گریز کرتے ہوئے ان کے جانشین علما وصوفیائے اہل سنت کو اپنے نشانہ پر لینا دونوں تحریکوں کی سیاست کی مشترکہ شناخت ہے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اپنی جڑ سے منقطع ہو جانا ہلاکت ہے۔

اب جب کہ وہابی تحریک کے خلاف بین الاقوامی سیاسی اور عسکری منظر نامہ تیزی سے بدل رہا ہے اور ملک وقوموں کو ''صوفی اسلام'' یاد آنے لگا ہے، ادھر ہندوستان بھی ہندتوا کا علم بردار بن کر دنیا کو اپنی جانب متوجہ کر رہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہابی تحریک کا دوسو سالہ سیاسی وتبلیغی تجربہ ان کے کام آنے والا ہے یا تحریک کا خاتمہ حضرت ابلیس کو نئے دوستوں کی تلاش میں مبتلا کرنے والا ہے۔

☆☆☆

☆ارجن نگر، پکا باغ، اٹاوہ (یوپی) 9411480899

یاد رفتگاں

خوش عملی سے بڑی کوئی کرامت نہیں

ریاست کیرلا کے حضرت نور العلماء کی صوفیانہ شان

اشفاق احمد مصباحی☆

جامعہ سعدیہ عربیہ کے ایک مخلص نے مجھ سے کہا کہ تم نے تو نور العلماء حضرت مولانا شیخ عبدالقادر القادری نور اللہ مرقدہ کے سایہ کرم میں ۱۵ سال گزارے ہیں۔ بتاؤ کہ تم نے نور العلماء کو کیسا پایا؟ یہ سن کر میں تعجب کرنے لگا کہ کہاں میں ایک ادنی انسان اور کہاں نور العلماء کی بابرکت و عظیم شخصیت! میرے قلم و زبان میں اتنی وسعت کہاں کہ حضرت نور العلماء کے تقوی و طہارت، پاک دامنی وعفت مآبی، عبادت و ریاضت، حزم واحتیاط، جلالت علم وفن، اطاعت شریعت، اتباع سنت اور عشق رسالت کو الفاظ کے قلب میں ڈھال سکے۔ وہ کوئی معمولی انسان تو تھے نہیں کہ رسمی طور سے کچھ کہہ دیا جائے اور بس۔

ان کی پرکشش شخصیت تو ایسی تھی کہ اپنے تو اپنے مخالفین بھی ان کے خلاف ایک جملہ بھی استعمال نہ کر سکے۔ استاذ گرامی مناظر اہل سنت حضرت مفتی مطیع الرحمٰن بہاری نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''حضرت نور العلماء کی شان صوفیانہ ہے۔'' مفتی صاحب نے ایک ہی جملہ میں حضرت نور العلماء کی ذات کی ایسی عکاسی کی ہے کہ اب جتنا جو کچھ بھی لکھا جائے گا، اسی ایک جملہ کی تشریح وتعبیر ہوگی۔

حضرت علامہ اے۔کے عبدالرحمٰن پرنسپل جامعہ سعدیہ عربیہ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ ''حضرت نور العلماء کی ایک عظیم خوبی یہ ہے کہ انہوں نے آج تک کسی کی غیبت نہیں کی۔'' سبحان اللہ! اِس دور میں جبکہ ہر طرف ظلم وزیادتی، شر وفساد اور اتہام والزام کا بازار گرم ہے نور العلماء کے دامن کا غیبت کی قباحت سے پاک رہنا بلا شبہ ایک کرامت سے کم نہیں۔ میں نے جامعہ سعدیہ کے اسٹاف میٹنگ میں بار بار دیکھا کہ اگر کسی ایسے استاذ کے تعلق سے شکایت پیش کی جاتی جو حاضر نہ ہوتے تو نور العلماء فوراً یہ کہہ کر روک دیتے کہ وہ موجود نہیں، جب موجود ہوں تب شکایت کریں۔ میں نے تقریباً ۱۵ سال تک حضرت نور العلماء کے لیل ونہار اور تدریس وتربیت کو بہت غور سے دیکھا ہے، میں نے اس عرصہ میں حضرت کے ظاہر و باطن میں کوئی تضاد نہیں پایا بلکہ ان کی خلوت، جلوت سے عمدہ اور ان کا باطن ظاہر سے بھی اچھا پایا۔ رات کے ثلث اخیر میں ہمیشہ تہجد کے لیے اٹھنا۔ نماز اوراد و وظائف میں مشغول رہنا، دعا میں روتے بلکتے صبح کر دینا آپ کا معمول تھا۔ سعدیہ کے سیکڑوں بچے گواہ ہیں کہ بوقت تہجد رونے کی آواز کمرہ سے باہر بھی سنائی پڑتی۔

حضرت نور العلماء عقائد ومعمولات میں اہل سنت و جماعت پر نہایت ہی شدت کے ساتھ قائم تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر، بعطائے الٰہی عالم غیب، انبیا ورسولان کرام اور اولیاء اللہ سے استعانت واستمداد، رسول اللہ ﷺ کو خاتم الرسل ماننا اُن کا عقیدہ تھا، بدعقیدوں و بدعتی لوگوں سے ان کو سخت نفرت تھی۔ علی میاں ندوی کو رأس المبتدعین کہا کرتے تھے۔ کشف الشبه عن الجماعة التبليغية لکھ کر آپ نے وہابیوں، دیوبندیوں، تبلیغیوں کا مکروہ چہرہ لوگوں کے سامنے طشت ازبام کر دیا، کہا جاتا ہے کہ کیرلا کے مسلمانوں کو اسی کتاب کے ذریعہ سب سے پہلے وہابیوں دیوبندیوں کے عقائد باطلہ کا علم ہوا، پھر وہ ان سے دور ہونے لگے اور نفرت کرنے لگے جب کہ اس کتاب کی تصنیف سے پہلے کیرلا کے سنی علما دیوبند جا کر علم حدیث کی تکمیل کیا کرتے اور وہاں کے بدعتی علما سے سند حدیث لیا کرتے تھے، جس کی بنیاد پر سنی علما کی سند حدیث میں وہابی دیوبندی علما کی نسبت بھی متصل ہو جایا کرتی تھی، اسی وجہ سے حضرت نور العلماء نے علم حدیث کی اجازت کیرلا کے علما سے نہ لی بلکہ شمال ہند کے مشہور ومعروف علمائے اہل سنت و جماعت تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خاں ازہری بریلوی بریلی شریف، شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی نور اللہ مرقدہ سابق صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور و بانی جامعہ امجدیہ رضویہ سے حاصل کی۔ ہر سال درس ختم بخاری کے موقع پر اپنی اسی مستحکم سند کے ساتھ طلبہ کو احادیث روایت کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

کئی مرتبہ آپ کو حج وعمرہ کی سعادت حاصل ہوئی، ہر بار آپ

مدینۃ الرسول میں انتہائی عشق واحترام کے ساتھ حاضر ہوتے اور درِ رسول پر اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ،جس سال آپ زیارت حرمین طیبین سے محروم رہ جاتے تو دل کی فریاد بشکل عربی نظم لکھ کر کسی حاجی عالم دین کے حوالے کر دیتے اور کہتے کہ سرکار کی بارگاہ میں بعد سلام میری یہ فریاد عرض کر دینا، یہ تمام اشعار شکو ی الکئیب الی دار الحبیب کے نام سے کتابی شکل میں جمع کر دیے گئے ہیں۔

حضرت نور العلماء کو حضور علیہ الصلو ۃ والسلام کے ساتھ اس قدر والہانہ عشق تھا کہ آپ نے اپنے انتقال کے بہت پہلے ہی ایک سید صاحب کو اور گھر کے کئی افراد کو وصیت کر دی تھی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو رسول اللہ ﷺ کا شعر (موئے) مبارک جو مجھے ایک یمنی بزرگ سے حاصل ہوا، میرے دفن کے وقت ہزار ادب واحترام کے ساتھ میرے سینے پر اور رسول اعظم علیہ السلام کے روضۂ انور کے غلاف کا ٹکڑا میری پیشانی پر اور خواجہ ہند حضرت خواجہ غریب نواز کے روضۂ اطہر کے غلاف کا ٹکڑا میری آنکھوں پر رکھ دینا۔آپ کی وصیت کے مطابق ان آثار مبارکہ کے ساتھ آپ کو جامعہ سعدیہ کے احاطے میں سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کی ذات سے جیسے آپ کی ظاہری حیات میں لوگوں کو فیض ملتا رہتا تھا، انتقال کے بعد بھی آپ کا فیض جاری ہے۔ایک طالب علم جھارکھنڈ کا رہنے والا جامعہ سعدیہ میں عربی ڈپلومہ کا کورس کر رہا تھا، بچپن میں اس کی آواز بڑی پر کشش تھی ، بڑے بڑے اسٹیجوں پر نعت پڑھا کرتا تھا، مگر اس کی آواز کچھ دنوں کے بعد بالکل ہلکی ہو گئی، یہاں تک کہ قریب بیٹھنے والوں کو بھی اس کی آواز صاف صاف سنائی نہیں پڑتی تھی۔ ہزاروں علاج و معالجہ کے بعد بھی اس کو کوئی فائدہ نظر نہ آیا، اس کی یہ حالت تقریباً دس سالوں تک رہی۔حضرت نور العلماء کے مزار پاک پر بیٹھ کر اس نے کئی دنوں میں ایک ختم قرآن پاک پڑھا، ختم قرآن کرنے کے دوسرے ہی دن بفضل خدا، بصدقہ نور العلماء اس کی آواز بالکل پہلے جیسی ہو گئی۔الحمد للہ! نور العلما کی یہ ایک کھلی ہوئی کرامت ہے۔

حضرت نور العلماء لوگوں کے ساتھ حد درجہ شفقت فرمایا کرتے۔ آپ کی شفقت سے جامعہ سعدیہ کے طلبہ واساتذہ سبھی مالا مال رہتے تھے۔اس کے باوجود بھی آپ کی ایسی ہیبت تھی کہ کسی کو لب کشائی کرنے کی جرأت مشکل سے ہی ہوا کرتی تھی۔سچ ہے من خاف اللہ خافه كل شئي۔ خود میں اپنی بات بتاتا ہوں کہ جس سال میں جامعہ سعدیہ پہنچا، اسی سال بعد رمضان میرے والد محترم مرحوم جناب محمد سلطان احمد رضوی کا انتقال ہو گیا، شفقت پدری سے محروم ہونے کا بے حد ملال ہوا، مگر حضرت نور العلماء نے ایسی شفقت فرمائی کہ یہ ملال بہت جلد ہی دور ہو گیا۔حضرت کی وفات کے بعد آج بھی میں ان کے فیض و برکت سے محروم نہیں ہوں اور مجھے امید ہے کہ المرء مع من أحبه کے مطابق کل بروزِ قیامت ان جیسے عاشقان مصطفیٰ کے ساتھ میرا بھی حشر ہوگا۔ان شاءاللہ

☆☆☆

☆صدر شعبہ اردو شریعت کالج جامعہ سعدیہ عربیہ کاسرا گوڈ کیرلا

سیلاب زدہ علاقہ چنئی میں مفت میڈیکل ہیلتھ چیک اپ کیمپ

امام احمد رضا مومنٹ بنگلور جو کئی سالوں سے دینی ملی وفلاحی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے اور جب کبھی جہاں کہیں بھی ناگہانی آفتیں آتی ہیں تو وہاں کے لوگوں کی امداد کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔چنئی تمل ناڈو سیلاب سے متاثر ہے۔امام احمد رضا مومنٹ بنگلور اور ڈاکٹر انڈیا چاری ٹیبل ٹرسٹ بنگلور کے زیر اہتمام چنئی میں سیلاب زدہ متاثر علاقوں میں بالخصوص غریب ونادر لوگوں کے لئے مفت میڈیکل کیمپ کا انعقاد کیا گیا جو سیلاب کی وجہ سے وہاں کے باشندوں میں کئی طرح کی بیماریاں لاحق ہو گئی تھیں، جس میں خاص کر بچے اور خواتین زیادہ تر متاثر ہوئے، بلا تفریق مذہب وملت کے ان مریضوں کی عیادت اور مفت ہیلتھ چیک اپ کے ساتھ ضرورت مندوں کو مفت دوائیاں بھی مہیا کی گئیں اور یہ کیمپ کئی دنوں تک جاری رہا۔وہاں کے مقامی بہت سی مسلم تنظیموں نے باضابطہ ہمارا ساتھ دیا۔اس کیمپ کے کامیاب انعقاد میں ڈاکٹر محمد حسین اینڈ ڈاکٹرس گروپ بنگلور و تمل ناڈو کا اہم کردار رہا۔سید صادق ارشاد بانی وصدر امام احمد رضا مومنٹ بنگلور نے مقامی تنظیم اور ڈاکٹرس کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام معاونین جنہوں نے اس کیمپ کے انعقاد کرنے میں ہمارا تعاون فرمایا، ان تمام کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین

خیابانِ تحقیق

سرسری جائزہ

افغانستان میں خواتین کی تعلیمی، سماجی اور سیاسی صورت حال

شیر محمد ابراھیمی☆

افغانستان ایک اسلامی ملک ہونے کے باوجود بعض وجوہات کے سبب ہمیشہ اسلامی روایات واقدار کے عملی نفاذ میں افراط وتفریط کا شکار رہا ہے۔ بایں وجہ وہاں کے بعض شہری کبھی بغاوت پہ تو کبھی تشدد پہ آمادہ رہے، جس کے شکار کبھی حکومت کے عملہ تو کبھی بے چارے بے قصور عام شہری شعوری یا لاشعوری طور پر ہوتے رہے ہیں۔ افسوس کہ یہ سلسلہ آج بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے۔ اگر چہ ملک کے ایسے حالات بنانے میں اکثر بیرونی طاقتوں کا زیادہ ہاتھ رہا ہے لیکن اپنوں نے بھی کوئی کسر چھوڑی نہیں جس سے ماضی میں بہت زیادہ نقصان ہو چکا ہے اور شاید ہی کوئی ایسا فرد ہو جو، ان نا مساعد حالات سے متاثر نہ ہوا ہو اور شاید دنیا کی نظر میں افغانی خواتین کے تعلیمی، سماجی اور سیاسی مسائل ان تمام مسائل میں سب سے اہم ہیں۔

اسلام میں عورت کی تمام تر اہمیت اور قرآنی آیات و احادیث کریمہ میں صراحت کے باوجود حقوق نسواں اور آزادیِ نسواں کا مسئلہ خیر القرون کے بعد ہر عہد میں عالم اسلام میں بالعموم اور افغانستان جیسے ملک میں بالخصوص ایک نزاعی مسئلہ رہا ہے۔

تعلیم کی اہمیت پر جتنا مذہب اسلام نے زور دیا ہے دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ قرآن پاک کی جب سب سے پہلی آیت نازل ہوئی تو اس کا پہلا لفظ اقراء تھا۔ اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام میں تعلیم کی کتنی اہمیت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام فرائض واجبات اور حرام وحلال کی تعلیم سے پہلے پڑھنے اور لکھنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ماں کی گود سے قبر تک علم حاصل کرو۔ قرآنی آیت اور حدیثِ کریمہ میں مطلقاً تعلیم حاصل کرنے کو کہا گیا ہے اور مرد و زن کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے پھر ہم لوگ اللہ کے بندے اور نبی کے امتی ہو کر کسی طرح کا فرق اور امتیاز برتنے کی غلطی کیوں کرتے ہیں جب کہ ہم عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے سے روکنے والے کون ہوتے ہیں؟

افغانی خواتین کے حقوق سے متعلق مسائل کو بخوبی سمجھنے کے لیے افغانستان کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالنا ضروری ہے۔

افغانستان تقریباً ۵۲ ملین آبادی والا ملک ہے جو لگاتار ۳ سالوں کی قحط وخشک سالی، ۳۲ سالہ جنگ وجدال اور پانچ سالوں تک طالبان کے ماتحت رہ کر دنیا کا غریب ترین ملک بن چکا ہے۔ افغانستان دنیا کا دوسرا سب سے اعلیٰ زچگی اخلاقیات کی شرح والا ملک ہے۔ یہاں تک کہ طالبان کے اقتدار میں آنے سے قبل تک افغانستان میں زچگی اور بچے کی اخلاقیات کی شرح اعلیٰ تھی اور خواتین کی شرح خواندگی بہت کم تھی لیکن خواتین نے معاشی، سماجی اور سیاسی اعتبار سے اپنی سماجی زندگی میں حصہ لیا اور 1964 کی قانون سازی میں باضابطہ تعاون کیا۔ 1970 میں پارلیمنٹ میں تین خواتین مقننہ تھیں۔ 1990 کے اوائل تک خواتین ٹیچر، سرکاری ملازم اور ڈاکٹر کے عہدے پر فائز تھیں۔ اسی طرح انہوں نے بحیثیت پروفیسر، وکیل، صحافی، رائٹر اور شاعرات کے خدمات انجام دیں۔

امیر حبیب اللہ سے لے کر تا حال سوائے غازی امان اللہ، ظاہر شاہ اور حامد کرزئی کے استثنائی دورِ حکومت کے افغانی تاریخ کے اکثر و بیشتر ادوار میں خواتین تلخ زندگی سے دوچار رہی ہیں۔ خاندان اور سماج میں انہیں ہمیشہ نظر انداز کیا گیا، ان کے حقوق سلب کیے گئے اور انہیں مختلف قسم کے اعتراضات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ساتویں صدی کے نصف اول میں اسلام پوری دنیا کے افق پر چھا رہا تھا، اس وقت افغانستان مغربی اور مشرقی مذاہب اور علاقائی حکمرانوں کے ماتحت تھا۔ مغربی خطہ سیستان، ہرات اور اس سے متاثر گردہ نواح پر مشتمل تھا، جہاں سیاسی، علمی اور مذہبی سطح پر ساسانیوں کا اثر ورسوخ تھا جو، زرتشتیت پارسی مذہب کے مطیع تھے اور ان کی زبان پہلوی تھی لیکن مرکزی خطے میں لوگ بدھ اور برہمن تھے۔ ان کے مذہبی لوگوں کے درمیان مختلف قسم کے عقائد اور رسم ورواج پائے جاتے تھے۔

جب اسلام آیا تو اس نے خواتین کو ایک پہچان دی اور سماج میں

ان کے اقدار اور انسانی وقار کا اِحیا کیا۔ عامر حبیب اللہ کے عہد سے ہی بت پرستی اور تعصب کے خاتمے، بنیادی حقوق کی بحالی، نسوانی تشخص کے ارتقا، انسانی حقوق ووقار کے احترام، غربت اور بے روزگاری کے سد باب جیسے سنجیدہ اور نزاعی مسائل انقلابی تحریکوں کے لئے سب سے زیادہ موضوع بحث رہے ہیں۔ اگر ہم افغانستان کی تاریخ کے صفحات پلٹیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سلطنت کے سر برآوردہ حضرات ان مسائل کو اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق سماجی اور سیاسی اسٹیجوں تک لے کر گئے ہیں جیسے غازی امان اللہ خان اور ظاہر شاہ کے عہد حکومت میں دیکھنے کو ملتا ہے لیکن پھر بھی زیادہ تر ادوار میں خواتین کے حقوق کی پامالی کی گئی اور تنگ نظر لوگوں کے ذریعہ انہیں گھر کی چہار دیواری میں مقید اور محدود کر کے رکھ دیا گیا، جس کی بے شمار مثالیں حبیب اللہ کلکانی، نادر شاہ، مجاہدین اور طالبانی عہد حکومت میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

جب طالبان طاقتور ہوئے تو عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ باضابطہ امتیازی سلوک برتا گیا، انہیں تعلیمی، سماجی اور سیاسی ہر اعتبار سے حاشیے پر پہنچا دیا گیا گویا کہ انسانی حقوق کی مکمل خلاف ورزی کی گئی جس کی وجہ سے ملک کے تمام علاقے بالخصوص طالبانی گرفت والے خطے میں خواتین کی معاشی، سماجی اور تعلیمی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ تعلیمی اداروں، حفظانِ صحت کے مراکز اور ملازمت کے شعبوں تک ان کی رسائی ممنوع قرار دی گئی۔ طالبانی عہد اقتدار میں صرف ۳ فیصد لڑکیوں نے محض پرائمری سطح کی تعلیم حاصل کی۔ خواتین کی ملازمت پر جب پابندی عائد کی گئی تو اس سے لڑکوں کی تعلیم بھی بہت زیادہ متاثر ہوئی، چوں کی اس وقت تک خواتین اساتذہ اکثریت میں تھیں۔ صحت اور حفظانِ صحت کی ابتری نے افغانی خواتین کے لیے حمل اور بچے کی پیدائش کو جان لیوا، ایک خطرناک مسئلہ بنا دیا تھا۔

طالبانیون کی پالیسی نے آزادیٔ نسواں کی تحریکات کو بھی محدود کر رکھا تھا۔ خواتین صرف اپنے کسی رشتے دار کے ساتھ سفر کرسکتی تھیں جس سے بیواؤں اور بے سہارا خواتین کو جن کے گھروں میں کوئی مرد نہیں تھا مختلف قسم کے مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ مئی 2001 میں خواتین کے کار چلانے کے خلاف طالبان کے ذریعہ ایک فتویٰ جاری ہوا جس سے ان کی بہت ساری سرگرمیوں اور حرکات وسکنات پر قدغن لگ گیا۔ خواتین کی گھروں میں گوشہ نشینی اور تحدید نے ایک تنہائی اور بے چارگی کا ماحول پیدا کر دیا، خواتین اگر عموامی مقامات پر دِکھ جاتیں تو انہیں طالبانیوں کے ذریع ان کے حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے ہراساں اور زدوکوب کیا جاتا۔ خواتین کو عموامی جگہوں سے الگ رکھنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ کسی بھی طرح سے ملک کے سیاسی امور، رسمی یا غیر رسمی حکومت میں حصہ نہیں لے سکتیں۔

افغانی خواتین مسلسل 25 سالوں تک مختلف قسم کے ناقابل بیان ظلم وجبر، گھریلو تشدد، ناانصافی اور عدم مساوات کا شکار رہی ہیں اور افسوس کہ ایسا صرف طالبانی عہد میں نہیں ہوا۔ لیکن خوش قسمتی سے طالبانی حکومت کے تصادم کے بعد سے خواتین کی تعلیمی، سماجی اور سیاسی حالت کی ترقی کے لئے دلچسپی کا جو تناسب نکلا ہے وہ کبھی سنا نہیں گیا جسے افغانستان کی تاریخ کا بے مثال عہد کہا جاسکتا ہے۔

وزارت برائے امور خواتین کا قیام، کمیشن برائے انسداد تشدد کا قیام، کابینہ، قومی وصوبائی اسمبلی، سفارت خانے، جبری شادی کے مبہم پروٹوکول میں خواتین کی موجودگی ونمائندگی اور قومی ایکشن پلان برائے افغانی خواتین، افغانی حکمتِ عملی برائے قومی ترقی، کم عمری اور جبری شادی کے پروٹوکول (24 نومبر 2005)، خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کے لیے کمیشن (9 جولائی 2003)، خواتین کے خلاف ہر طرح کے امتیازات کے کنونشن کا الحاق وتوثیق (5 مارچ، 2003) اور اسی طرح اور بھی بہت سارے مثبت اقدام ہیں جس کی ایک لمبی فہرست ہے۔

افغانستان کا حقوق نسواں کے تحفظ اور خواتین کے خلاف ہونے والے تشدد کے خاتمے کے لئے کنونشنز اور بین الاقوامی معاہدوں کے لیے ہاتھ بڑھانے جیسے واقعات جمہوریت کی دہائی میں حقوق نسواں کے تحفظ کے یقینی ہونے کے واضح اور بین ثبوت کے طور پر قبول کیے جا رہے ہیں لیکن ان میں کی اکثر حصولیابیاں محض کاغذوں پر ہی لکھی ہیں اور انہیں خواتین کے مقاصد کو مکمل کرتے ہوئے نہیں پایا گیا یا، انہیں موقع ہی نہیں دیا گیا۔ اب بھی خواتین مختلف طرح کے مسائل سے دوچار ہیں۔ آج بھی عورتیں میٹھی عدالتوں کے ذریعہ ظالمانہ طور پر پرکھی اور جج کی جاتی ہیں۔ انہیں عوامی جگہوں پر طمانچے رسید کر دیے جاتے ہیں۔ بلا وجہ ان کا سر قلم اور قتل عام کر دیا جاتا ہے اور ایسے ہی اور بھی سینکڑوں واقعات ہیں جو کہ نامعلوم اور گمنام ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب افغانستان مختلف طرح کے بین الاقوامی

معاہدے کر چکا ہے، خواتین کی باضابطہ وزارت موجود ہے، پارلیمنٹ میں بھی خواتین کی نمائندگی ہے۔ خواتین کو منتخب ہونے اور انتخاب کرنے کا حق حاصل ہے پھر بھی ان کا رویہ عہد وسطیٰ والا کیوں ہے؟

اس کی دو خاص اور ممکنہ وضاحت ہو سکتی ہیں:

اولاً یہ کہ یہ کامیابیاں اور حصولیابیاں نہ تو عورتوں کے جنگ وجدال اور جد و جہد کے نتیجے میں ملی ہیں اور نہ ہی سماج اور افغان حکومت کی مرضی اور خواہش کے مطابق بلکہ یہ چیزیں بین الاقوامی کمیونٹی کے دباؤ اور خواہش کے احترام میں کی گئی ہیں جس کی اصلاح میں عام عورتوں کا کوئی کردار نہیں تھا، اگر کوئی کردار تھا بھی تو وہ سماج کے اشراف اور اعلیٰ طبقے کی چند مشہور خواتین تھیں، مثلاً ملکہ ثریا، اسماء طرزی، رقیہ ابوبکر، کوبرا نو رزئی، زینب سراج، شفیق سراج، فاروق اعتمادی، نفیسہ شائع مبارز، معصومہ ورداک اور بے نظیر ہوتک جو اپنے دم پر کمزور سرگرمیوں اور خستہ حالی و نا تجربہ کاری کے سبب عام خواتین کی تحریک چلانے کے لائق نہیں تھیں۔

ثانیاً خواتین کے حقوق کا دفاع اور تحفظ کرنے والی پالیسیوں کو افغانستان میں درآمد کیا گیا ہے جس کا افغانستان کے سماجی و ثقافتی تانے بانے اور ڈھانچے سے کوئی تعلق نہیں۔ بدقسمتی سے یہ مسئلہ اور پالیسی افغانستان کے باہر سے درآمد کی گئی ہے اور یہی یہاں کی خانہ جنگی کی اصل وجہ ہے۔

اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ اشراف اور دانشور طبقے کے لوگوں کو آگے بڑھ کر افغانستان کی سماجی اور ثقافتی بدحالیوں کے خلاف ایک منطقی جنگ چھیڑنے میں تعاون کرنا چاہیے۔ اسی طرح خواتین کو اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے فطری اور منطقی طور پر کچھ وقت دینا چاہئے تب جا کر حقوق نسواں کی حصولیابی کا مسئلہ کچھ حد تک حل ہو سکتا ہے جسے آج بھی افغانی سماج قبول کرنے کو تیار نہیں۔

افغانستان کا یہ نیا نظریہ اور ثقافت اجنبی ثقافت سے ہم آہنگ نہیں ہو سکتی، وہ ادارے اور لوگ جو حقوق نسواں کے دفاع کے لیے کام کرتے ہیں وہ کسی بھی بامقصد سماجی سرگرمی کے باہر کے ہیں، جنہیں کسی طرح کا بھی کوئی سماجی تعاون حاصل نہیں۔ یہ لوگ حقوق نسواں کے تحفظ اور سماجی شرکت کے لئے قلیل مدتی پروگرام بناتے ہیں، اس طرح یہ حقوق نسواں کے خلاف لوگوں کے ذہن اور مزاج کو پرکھتے ہیں۔ خواتین کو آزاد کرانے کے لیے کسی بھی طرح کی تنظیم اور اداروں کے قیام میں انہیں عوامی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

افغانستان میں آزادی نسواں کی تحریک کے نہ ہونے اور سماجی جوہر کے ساتھ بڑے پیمانے پر جنگ آزادی کی قلت کی وجہ سے یہاں کبھی بھی عورتوں کے لئے سنہرے ادوار نہیں رہے ہیں۔ اسی طرح پوری افغانی تاریخ میں خرابیوں کا پتہ لگانے اور مسائل کے حل کے لیے کبھی بھی باضابطہ سنجیدہ عملی کوشش ہوئی ہی نہیں۔

جب تک افغانستان میں خواتین کی باضابطہ تحریک نہیں چلائی جاتی اس وقت تک خواتین سماج میں اپنے سماجی اور ثقافتی حقوق اور کردار سے متعلق بنیادی تبدیلیوں کے لئے بھی گذارش نہیں کرتیں، کوئی بھی دوسری طاقت اس مسئلے سے نجات نہیں دلا سکتی جیسے پچھلے سو سالوں سے یہ مسئلہ جیوں کا تیوں ہے۔ اب یہی وہ وقت ہے جب خواتین کو چاہیے کہ افغانستان میں اک طاقتور نسوانی تحریک کا قیام کریں اور مسائل کے حل کے لئے متحد ہو کر کندھے سے کندھا ملا کر سلگتے مسائل کے سامنے اس وقت تک پہاڑ کی طرح کھڑی رہیں جب تک کوئی حل نہ نکل آئے۔ تبھی انہیں ان کا وہ جائز حق مل سکتا ہے جسے انہیں کوئی اور نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے عطا کیا ہے جس کی تاریخ کے مختلف ادوار میں بے رحمی سے خلاف ورزی کی جاتی رہی ہے۔

عورتوں کو اسلام کا شکر گذار ہونا چاہیے کہ کس طرح ان کا احترام کیا گیا ہے اور ان کے آزاد قانونی وجود اور ہستی کا احترام کیا گیا ہے۔ اسلام نے انہیں مردوں کے ساتھ سیاسی اور معاشی مساوات عطا کیا ہے، اگر وراثت میں انہیں خاص حصہ دیا گیا ہے تو وہ اس لئے کہ ان کے لئے دوسری شکلوں میں اور کئی حقوق دیے گئے ہیں۔

2011 میں عورتوں کو معاشی طور پر زیادہ رعایت دی گئی، پروان میں قائم ہونے والے UN-sponsored Women's ICTs Centre کا اہم مقصد یہ ہے کہ خواتین کو انگریزی زبان اور کمپیوٹر کی تربیت کے ذریعہ انہیں معاشی شرکت کے قابل بنایا جائے۔ یہ سنٹر گریجویٹس کو نجی اسکول، غیر سرکاری تنظیموں، بلدیہ اور صوبائی سطح پر خواتین سے متعلق شعبے میں ملازمت کے تعین میں تعاون کرتے ہیں۔

افغانستان میں اکثر و بیشتر بہت سی لڑکیوں اور خواتین کے لیے تعلیم کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ حکومت کے ذریعہ دیے گئے اعداد و شمار کے

مطابق افغانستان کی صرف 26 فیصد آبادی تعلیم یافتہ ہے اور عورتوں کی شرح خواندگی محض 12 فیصد ہے۔ایسے باغیوں کے حملے جو عورتوں کی تعلیم کی مخالفت کرتے ہیں لڑکیوں کے اسکولوں کی باقاعدگی بندش کے اسباب بنتے ہیں۔ 50 فیصد اسکولوں میں نہ تو عمارتیں ہیں اور نہ ہی دیگر ضروری لوازمات، درسی کتابوں کی سخت کمی ہے۔تدریس کے امدادی مواد اور ساز وسامان نہ کے برابر ہیں اور تجربہ گاہیں جدید ضروری آلات سے خالی ہیں۔ بے شمار اسکولوں کی باقاعدہ بندش اور بعض کی نقل مکانی کے سبب تعلیم کے معیار براہ راست متاثر ہوتے ہیں۔

ستمبر 2011 سے قبل تک ResidentNationsUnited/ coordinatorHumanitarian نے اقوام متحدہ کی ایجنسیز کے ساتھ زمینی سطح پر اور اقوام متحدہ کے سینئر اسٹاف نے SpecialUN (UNSMA) AfghanistantoMission کے ساتھ مل کر خواتین اور لڑکیوں کے خلاف امتیازی سلوک سے متعلق تمام مسائل کو موضوع بحث بنائے رکھا۔ان لوگوں نے امتیازی سلوک مثلاً ملازمت پر پابندی جیسے احکام کی واپسی کے لیے گفت وشنید کی بے شمار کوششیں کی جس نے بہر حال خواتین کو بہت حد تک متاثر کیا ہے۔AfghanistanThe appealagency-interconsolidated2001 نے اس بات پر زور دیا ہے کہ امدادی کمیونٹی کو اجتماعی طور پر افغانی خواتین کے لئے تعلیم، حفظانِ صحت، ملازمت اور آمدنی والی سرگرمیوں تک ان کی رسائی کو آسان تر بنانے کو اپنے مقاصد میں شامل کرنا ہوگا۔

خلاصہ پچھلی دہائی میں بڑے شہری علاقوں میں رہنے والی افغانی خواتین کی حالت تعلیمی، سماجی، سیاسی اور معاشی تمام شعبوں میں پہلے سے بہتر ہوئی ہے لیکن ملک کے دیہی علاقوں میں رہنے والی خواتین اب بھی طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہیں۔ بہت سی خواتین گھر پر ہی سلائی کڑھائی کا کام کرتی ہیں۔عورتیں اس طرح اپنی چھوٹی سی تجارت شروع کر سکتی ہیں لیکن افغانستان کے پاس بڑے ہی جدوجہد کی معیشت ہے اور ساتھ ہی بڑے پیمانے پر غربت اور بے روزگاری کا لاینحل مسئلہ بھی۔صرف زراعت میں خواتین اچھا خاصا یعنی 30 فیصد کردار ادا کرتی ہیں۔اسی طرح اور بھی خواتین کو سیاست اور فیصلہ کن عہدوں پر فائز ہونے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ افغانی خواتین کے مسائل کو بھی سنجیدگی سے لیا جاسکے اور ان کی آواز بھی اعلیٰ پیمانے پر سنی جا سکے۔جس طرح افغان قومی پولیس میں بے شمار خاتون آفیسرز ہیں اور ایرفورس میں ایک خاتون پائلٹ بھی موجود ہے۔اسی طرح ایسی کوشش ہونی چاہیے کہ ملک کے ہر ممکنہ شعبے میں خواتین کی نمائندگی ہو سکے جہاں وہ اپنے بنیادی نسوانی حقوق کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اسلامی حدود میں رہتے ہوئے اپنے خاندان، سماج، ملک اور قوم وملت کی ترقی خوش حالی کے لئے بحسن وخوبی آزادانہ کردار ادا کرسکے۔

حوالاجات

- *Stanizi, Shah Zaman Wariz, Moqam zan dar aryana wa Afghanistan imrooz, Kotab Shah Mohammad publications, Kabul, 1384, p.19.*
- *Dr. Moeen, Farhang Farsi, Fifth volume, Ameer Kabeer publications, Tehran, 1963, declaration part, p.30.*
- *Luis, Mor, Mazaheb Aalam ka encyclopedia, translated by Jawad, Yasir, Al- Balagh publications, New Delhi, 2010, p.161.*
- *Yazdi, Dr. Mahmood Afshar, Afghan Nama, First volume, Tehran, 1380, p. 57.*
- *Ghubar, Mir Ghulam Mohammad, Afghanistan Dar Maseer Tareekh, Volume 1, K. Ghubar publications, Kabul, 2001, p.9.*
- *Misbah Zade, Saeed Mohammad Baqer, Tareekh Siasee Moktasar Afghanistan, Pojohish - hai - aaftaab publications, Tehran, 1388, p.27.*
- *Educational Ministry, Maaref Afghanistan Dar 50 Sal Akheer, Kabul University, Kabul1347, p. 1.*
- *Tanin, Zahir, Afghanistan Dar Qarn-e Bistom, Tehran Publication, Tehran, 1384, p. 62.*
- *Admak, Lodik, Rawabit khariji Afghanistan dar nima qarn awal qarn bistom, translated by Sahebzada, Fazil, Shah Mohammad publications, Tehran, 1992, p.259.*

☆☆☆

☆ ریسرچ اسکالر، شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ ملیہ اسلامیہ۔نئی دہلی

ڈپٹی قونسلر، افغانستان سفارت خانہ، نئی دہلی

Mob.:+91-9999073744

Email.shirmohammadibrahimi@gmail.com

احساس سودوزیاں

عظمت رفتہ

ویٹکن کے دباؤ پر مسجد قرطبہ میں گھنٹیاں نصب

بہت جلد کلیسا کے حوالے کر کے عیسائیوں کی عبادات شروع کردی جائیں گی۔ ہسپانوی حکومت کے فیصلے پر دنیا بھر کے مسلمانوں کو تشویش۔ مختلف ممالک کی ۵۰ یونیورسٹیوں کے ۱۲۰ پروفیسرز نے ویٹکن اور اسپین حکومت کو خطوط لکھ کر اقدام کو غیر قانونی قرار دیا

پیش کش: کامل احمد نعیمی☆

یورپ کے قلب میں مسلمانوں کے زریں عہد حکومت کی یادگار جامع مسجد قرطبہ کو کلیسائے روم ویٹیکن کے دباؤ پر گرجا گھر میں تبدیل کرنے کی کوششیں عروج پر پہنچ گئیں۔ اسپین کی عیسائی حکومت نے تاریخی جامع مسجد قرطبہ کے مینار پر کلیسائی گھنٹیاں نصب کردی ہیں اور کچھ دن بعد اس مسجد کو مکمل طور پر کلیسا میں تبدیل کر کے یہاں عیسائیوں کی عبادات شروع کردی جائیں گی۔ دوسری جانب اسپینش حکومت کے اس اقدام نے مقامی اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو شدید تشویش میں مبتلا کردیا ہے۔

اس تاریخی مسجد میں اذان ونماز پر مکمل پابندی عائد ہے۔ اگرچہ اسپینی مسلمانوں کی تنظیم نے 1980ء میں اس وقت کے کلیسائی پیشوا پوپ جان پال دوم اور 2004ء میں پوپ بنی ڈکٹ کو متعدد تحریری درخواستیں دی تھیں کہ اس تاریخی مسجد میں مقامی مسلمانوں کو نمازِ پنج گانہ کی اجازت دی جائے لیکن رواداری وتحمل وانصاف کے علمبردار دونوں عیسائی پیشواؤں نے ان درخواستوں کو مسترد کردیا تھا۔

مسجد قرطبہ کو گرجا گھر بنانے کی تازہ کوششوں پر مسلمانان عالم کی تشویش کو اجاگر کرنے کے لیے اس بار 12 ممالک کی 50 یونیورسٹیوں سے تعلق رکھنے والے 120 دانشوروں اور ماہرین تعلیم نے کوششوں کا آغاز کردیا ہے۔ ان کی جانب سے اسپین کی حکومت کو لکھے جانے والے خطوط میں واضح کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی عظیم یادگار مسجد کو کلیسا میں تبدیل کرنے کا اقدام غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے اور اس سے باز رہا جائے۔ ان 120 دانشوروں میں تاریخ کے پروفیسرز، ماہرین علوم اسلامی اور ماہرین آثار قدیمہ بھی شامل ہیں، جو اس مسجد کا انتظام کلیسائے روم کے حوالے کرنے کی کوششوں پر مضطرب ہیں۔ اسپینی اخبار، کوسٹا نیوز نے بتایا ہے کہ امریکہ، برطانیہ، ترکی، فرانس، پرتگال، آئرلینڈ، چلی، جرمنی، کینیڈا، مراکش، اسپین اور سوئیڈن کی 50 یونیورسٹیز کے 120 دانشوروں اور پروفیسرز حضرات نے اپنے خطوط میں اسپینی چرچ کے حوالے کرنے سے اجتناب برتا جائے، جس کے لیے ویٹکن نے خاموشی سے اسپینی حکومت کو مسجد کو کلیسا میں بدل ڈالنے کا گرین سگنل دیا ہوا ہے۔

جامع مسجد قرطبہ آج بھی عالمی وعلاقائی سیاحوں اور زائرین کی توجہ کا مرکز ہے۔ اسلامی فن تعمیر کا شاہکار، یہ تاریخی مسجد آٹھویں صدی عیسوی میں اموی حکمران عبدالرحمٰن الداخل نے تعمیر کروائی تھی، جس کی تکمیل وتوسیع ان کے جانشین بیٹے ہشام بن عبدالرحمٰن نے کرائی۔ اسپینی جریدے نے اس تنازع کے حوالے سے لکھا ہے کہ حکومت چاہتی ہے کہ جامع مسجد قرطبہ کو مقامی کیتھڈرل (گرجا گھر) کے حوالے کردیا جائے جو اس کا انتظام وانصرام سنبھالے لیکن اس فیصلے پر مقامی اور بالخصوص یورپی مسلمانوں میں شدید تشویش پائی جاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ تاریخی مسجد مسلمانوں کے حوالے کی جائے، اس کو کلیسائے روم کے احکام پر کیتھڈرل کے حوالے کیا جارہا ہے۔

یورپی میڈیا کی رپورٹس میں بتایا گیا ہے کہ 50 یونیورسٹیوں 120 دانشوروں، پروفیسرز اور محقق حضرات نے کہا ہے کہ اسپین کی قدیم ترین مسجد کو کلیسا کے حوالے کیا جانا اسپین کی تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے جب کہ مسلمانان عالم کا استدلال ہے کہ جامع مسجد قرطبہ کی تاریخی شناخت کو ختم کرنے کی ہر کوشش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ 1984ء میں اقوام متحدہ کے ذیلی ادارے یونیسکو کی جانب سے جامع مسجد قرطبہ کو اسپین اور عالمی

دنیا کا مشترکہ ثقافتی اثاثہ قرار دیا جاچکا ہے۔ اس لیے اس تاریخی مسجد کو کلیسا میں تبدیل کرنے اور یہاں باقاعدہ دعائیں اور عبادتی تقاریب منعقد کرنے کے لیے کلیسا کی طرح گھنٹیاں نصب کیا جانا غیر قانونی ہے لیکن اسپینی حکومت اور مقامی ویٹکن نمائندے کی ملی بھگت سے کلیسائے روم کی عالمی مرکز ویٹکن کو خوش کیا جارہا ہے۔

ادھر اسپینی جریدے کیٹا لونیا نیوز نے اس دعوے کو عذر لنگ قرار دیا ہے جس میں اسپینی کلیسائی نمائندوں کی جانب سے کہا گیا تھا کہ جامع مسجد قرطبہ کو مسلم حکمران عبدالرحمٰن الداخل نے ایک ایسے مقام پر تعمیر کیا تھا جہاں قدیم زمانے میں عیسائیوں کا ایک چرچ قائم تھا لیکن اس دعوے کی تائید میں کسی محقق یا تاریخ داں نے کوئی بیان یا تاریخی دستاویزات پیش نہیں کی ۔ جب کہ مختلف ممالک کی 50 یونیورسٹیوں کے 120 دانشوروں اور پروفیسرز حضرات نے بھی اسپینی حکومت اور شہر کے کلیسائی نمائندوں کی جانب سے کیے جانے والے اس دعوے کو مہمل اور بے بنیاد قرار دیا ہے۔

مراکشی تاریخ داں اور اسلامی فن تعمیر کے ماہر محقق سعید الغنوشی نے اس اسپینی دعوے کے جواب میں ایک تجزیہ میں لکھا ہے کہ اسپینی حکومت اور کلیسا کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ اموی حکمران عبدالرحمٰن الداخل نے جامع مسجد قرطبہ کو کلیسا کی جگہ پر قبضہ کر کے تعمیر کرایا تھا۔ جب عبدالرحمٰن الداخل نے اسپین میں ایک مخصوص علاقے پر قبضہ کیا تو ایک کلیسا کے ساتھ ملحق جگہ پر مسلمانوں نے ''ویس گوتھ'' عیسائیوں کے معزز پادریوں سے اجتماعی نماز کی اجازت طلب کی ۔ یہ اجازت ملنے پر مسلمانوں نے گرجا کے احاطے میں ایک مخصوص مقام پر نماز کی ادائیگی کا سلسلہ شروع کردیا اور جب 754 عیسوی میں پورا اسپینی خطہ مسلمان حکمران عبدالرحمٰن کے ہاتھ آگیا تو اُن کے وزیر اور معتمد خاص امیہ بن یزید نے امیر کی اجازت سے عیسائی معززین اور کارڈینل حضرات سے کئی ملاقاتیں کیں اور ان سے درخواست کی کہ یہ گرجا اور اس سے متصل جگہ عالیشان مسجد کی تعمیر کے لیے مسلمانوں کو دے دی جائے تو وہ اس کی منہ مانگی قیمت ادا کریں گے۔ اس پر عیسائی معززین اور مذہبی رہنماؤں نے باہمی مشاورت کے بعد امیہ بن یزید کو یہ زمین دینے کی منظوری اس شرط پر دی کہ امیر عبدالرحمٰن کی جانب سے نہ صرف اس زمین کے عوض عیسائی کلیسا کے منتظمین اور لاٹ پادریوں کو ایک خطیر رقم ادا کی جائے گا بلکہ اس شہر کے تین اطراف کے مخصوص مقامات پر عیسائی کلیسا کی انتظامیہ کو تین گرجا گھروں کی تعمیر کے لیے زمین، اجازت اور تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ اس پر عبدالرحمٰن الداخل نے اثبات میں جواب دیا پھر یوں مسلمانوں نے نہ صرف اس زمین پر موجود ایک عدد گرجا کا قانونی قبضہ حاصل کیا بلکہ اس شہر میں ایک کے بدلے تین گرجوں کی تعمیر کی اجازت، فنڈز اور زمینیں بھی فراہم کیں۔

مراکشی تاریخ داں سعید الغنوشی نے چیلنج کیا ہے کہ ان کے اس دعوے کی تکذیب میں اگر اسپینی کلیسا کے پاس کوئی دستاویز، تحریر یا کتابی دعویٰ ہے تو پیش کیا جائے ورنہ جامع مسجد قرطبہ کو اس کی اصل حیثیت میں برقرار رہنے دیا جائے۔ اس مسجد کی تاریخی حیثیت کے حوالے سے 120 دانشوروں کی جانب سے اسپینی حکومت اور کلیسائے روم کے اعلیٰ حکام کو بھیجے گئے خطوط میں یاد دِلایا گیا ہے کہ 1236ء عیسوی میں اس علاقے پر قابض عیسائی فرمانروا فرڈی نینڈ سوم آف کیس ٹائیل نے مسجد کو عیسائیوں کے قبضے میں ہونے کے باوجود مسلمانوں کی آمد اور عبادت کے سلسلہ کو موقوف نہیں کیا تھا۔

ادھر اسپینی تنظیم ''مسجد، کلیسا، سب کی میراث'' نے ایک بیان میں مسجد قرطبہ کا تشخص مٹانے کی حکومتی کوششوں کی شدید مذمت کی ہے۔ تنظیم کے ایک متحرک رکن سانتیا گوڈیسوزا نے بتایا ہے کہ سیاحوں کو جو ٹکٹ دِیے جارہے ہیں ان پر اس تاریخی عمارت کو ''کلیسا'' قرار دیا گیا ہے جب کہ ایک ماہ سے مسجد قرطبہ میں عیسائی پادریوں اور راہباؤں کی بڑے پیمانے پر آمد ریکارڈ کی جارہی ہے، جس سے مسلمانوں کے اس خدشے کو تقویت ملتی ہے کہ خانہ خدا کو کلیسائی گرجا میں تبدیلی کیا جارہا ہے۔

تاریخ جامع مسجد قرطبہ اس دور کی شاندار ترین مسجد تھی جس کے خدمت گاروں کی تعداد 300 تھی، اندرونی ہال میں نماز مغرب سے قبل خدام مسجد ساڑھے سات ہزار فانوسوں کو روشن کرتے تھے جس سے اللہ کا یہ گھر بقعہ نور بن جاتا تھا۔ قرب وجوار اور دور پار سے آنے والے ہزاروں نمازی اور سیاح اس دور میں بھی مسلم حکمرانوں کی صلاحیت خداداد کو ملاحظہ کرنے آتے تھے۔ 15 ویں صدی عیسوی میں جب اسپین عیسائیوں کے قبضہ میں آیا تو انھوں نے اس میں ایک گرجا تعمیر کیا، لیکن انھوں نے خود اس پر تاسف کا اظہار کیا کہ اس سے مسجد کی

خوبصورتی میں فرق آیا ہے۔ بعدازاں یہاں مسلمانوں کے داخلے اور اذان ونماز کی ادائیگی پر پابندی عائد کردی گئی، جو آج تک برقرار ہے۔ اسپینی حکام نے اس مسجد میں نماز کی ادائیگی کو 'جرم' قرار دیا ہے، جس کی خلاف ورزی پر گرفتاری اور جیل کی سزا ہوسکتی ہے۔ اس ضمن میں مقامی جریدے نے یاد دلایا ہے کہ اپریل 2010ء میں اس تاریخی مسجد میں نماز کی ادائیگی کی کوشش کرنے کے لیے اذان دینے والے دو آسٹریائی مسلمانوں کو پولیس نے گرفتار کرکے جیل بھیج دیا تھا۔ بعدازاں ان کے خلاف اندلوسیا ہائی کورٹ میں مقدمہ چلایا گیا، اس کے بعد سے اسپینی حکومت نے یہاں پولیس گارڈز تعینات کردیے تھے لیکن مفکر اسلام اور شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال وہ واحد شخصیت ہیں جنھوں نے 1931ء میں اسپین کے دورے میں جامع مسجد قرطبہ میں نماز کی ادائیگی کا شرف حاصل کیا تھا۔ ادھر اسپینی ذرائع کا کہنا ہے کہ تاریخی جامع مسجد قرطبہ کے میناروں پر گزشتہ ہفتے کلیسائی گرجا گھروں کی نشانی گھنٹیاں لٹکائی جاچکی ہیں، جس سے پتا چلتا ہے کہ اس تاریخی مسجد کو کلیسا میں تبدیل کرنے کی کارروائی مکمل کی جارہی ہے اور جلد یہاں عیسائی زائرین عبادت کا سلسلہ شروع کرنے والے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ منصف حیدرآباد ۱۴؍ نومبر ۲۰۱۵ء)

☆☆☆

E-mail:kamilnaimi92@gmail.com
Whatsapp No.9717615318

قطب کوکن مخدوم علی مہائمی کی بارگاہ

خانقاہ صابریہ ساجدیہ کے زیر اہتمام پیر طریقت الحاج سید ساجد علی میاں چشتی صابری کی سرپرستی میں تقریباً ۱۹۸۸ء سے مالونی ملاڈ سے سرکار قطب کوکن حضرت مخدوم علی فقیہ ماہمی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیدل چل کر عقیدت مند حضرات صندل ونذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں، اس موقع پر تمام صابری ساجدی برادران کے علاوہ علاقہ کے معزز حضرات نے بھی کافی تعداد میں شرکت کی۔ اس سال صندل مبارک کی سرپرستی شہزادۂ پیر طریقت سید کعب علی میاں صابری نے فرمائی۔ تقریباً ۲۰ کلومیٹر کا سفر پیدل طے کرتے ہوئے مختلف مقامات پر ٹھہرے۔ خانقاہ صابریہ چشتیہ میں نعت خوانی کی محفل منعقد کی گئی، اس کے بعد انجمن جامع مسجد مالونی کے سامنے سے ۳ بجے صندل شریف کی روانگی ہوئی، گورے گاؤں میں صابری برادران نے شربت وناشتہ کا اہتمام کیا پھر یہ روحانی قافلہ لنک روڈ کے راستے بہرام باغ، قدم نگر مسجد میں نماز عصر ادا کی۔ مغرب کی نماز صابری مسجد جوگیشوری کے متصل ابا اپارٹمنٹ کے میدان میں ادا کی گئی۔ بعد نماز مغرب جامعہ صابریہ کے طالب علم نے تلاوت کلام اللہ سے محفل کا آغاز کیا، مداحان خیر الانام نے بارگاہ عالیہ میں نعت ومنقبت کے گلہائے عقیدت پیش کیے۔ اخیر میں پیر طریقت، گلزار صابریت حضرت الحاج سید ساجد علی میاں کے خلیفہ عالی جناب محمد یوسف صابری نے سرکار الشیخ مخدوم علی فقیہ مہائمی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کے تعلق سے معلوماتی گفتگو فرمائی، آپ نے کہا کہ ان اللہ والوں کا فیضان ہے کہ ہم کوسوں دور کا سفر پیدل کرکے ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں لیکن ہمارے پیر ومرشد کی جانب سے صندل مبارک کی اس رسم میں خلاف شرع کسی بھی امور کا عمل نہیں ہوتا، صاف ستھرے نعرے اور باادب ہوکر پورا سفر طے کیا جاتا ہے، جہاں جس نماز کا وقت ہوتا ہے باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے۔ آج دنیا مخدوم ماہمی رحمۃ اللہ علیہ کے در سے فیضان حاصل کر رہی ہے ان کی شان عظمت اور بلندی کی خاص وجہ یہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے ان کو یہ عظیم الشان مرتبہ ان کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں کے ذریعے عطا فرمایا ہے، آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی ایسی خدمت وفرمانبرداری کی کہ آج دنیا اُن کی خدمت کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، یہی وجہ ہے کہ آج سرکار مخدوم ماہمی کی شان عظمت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ ہم بھی والدین کی قدر کریں، محبت وفرمانبرداری کا ثبوت دیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان بزرگان دین کے نقش قدم اور ان کے اقوال وافعال پر پیرا ہونے کی کوشش کریں تاکہ دنیا وآخرت میں ہمارے لیے خیر کا باعث بنے۔ اخیر میں صلوٰۃ وسلام اور شہزادۂ پیر طریقت کی دعا پر محفل اختتام کو پہنچی۔ اجلاس کے بعد نماز عشا ادا کی گئی بعدہ محترم محمد حنیف صابری اور ان کے رفقاء نے لنگر کا اہتمام کیا۔ اس کے بعد یہ روحانی قافلہ ایس وی روڈ ہوتے ہوئے رات کے تقریباً ۱۱ بجے درگاہ معلیٰ سرکار مخدوم علی مہائمی کی بارگاہ میں پہنچا، عقیدت مندوں نے صندل مبارک ونذر پیش کی گئی۔ فاتحہ خوانی ودعا کے بعد صندل میں شریک تمامی حضرات مخدوم ماہمی رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان حاصل کرکے اپنے گھر لوٹے۔ **رپورٹ:** محمد شاہد عرشی صابری۔ ایڈیٹر ماہنامہ ضیائے صابر ممبئی۔ 9022221992

دبستان صوفیہ — **فرزندان توحید**

توحید کے مختلف روحانی مراتب اور لطائف اشرفی

غلام رسول دہلوی☆

حضرت مخدوم سید محمد جہانگیر اشرف سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ملفوظات، روحانی نظریات اور عرفانی افکار و خیالات کا مجموعہ ''لطائف اشرفی'' آج ایک بار پھر ہر خاص و عام کو تصوف و سلوک اور احسان و معرفت کی روحانی دعوت دے رہا ہے۔ آپ نے اس میں انتہائی وقیع، روح پرور صوفیانہ مباحث، عارفانہ حکایات اور ایمان افروز واقعات کی تعبیر و تشریح فرمائی ہے۔ آٹھویں صدی ہجری میں مرتب کی گئی یہ کتاب تصوف کی مختلف جہات اور موضوعات پر ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت کی حامل ہے۔

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمہ اللہ (1287 - 1386ء) فارسی نژاد ایک عظیم ہندوستانی صوفی بزرگ اور شیخ کامل تھے۔ چودہ مختلف صوفی سلاسل سے اجازت یافتہ اس ولی کامل نے ہندوستان میں خاص طور پر چشتی اور قادری صوفی سلسلوں کے فروغ میں غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں۔ حضرت سید مخدوم سمنانی رحمہ اللہ شیخ اکبر ابن العربی رحمہ اللہ کے زبردست معتقد اور پیروکار تھے اور ان کے وحدۃ الوجود کے روحانی نظریے سے متاثر تھے۔

آپ کی پیدائش 708ھ میں ایران کے شہر سمنان میں ہوئی۔ اس دور کے تمام مسلم ممالک میں ایک حقیقی صوفی سالک کی حیثیت سے آپ نے کئی مشقت بھرے روحانی سفر کیے۔ اس کے بعد ہندوستان تشریف لائے اور یہیں آباد ہو گئے اور اتر پردیش کے (فیض آباد) امبیڈکر نگر میں اپنی خانقاہ قائم کی جو آج ''آستانہ حضرت سید مخدوم جہانگیر سمنانی'' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا خاندان امام حسن ﷛ کے نسبی سلسلہ سے آل رسول ہے۔ آپ بنگال کے 13ہویں صدی کے ممتاز چشتی صوفی بزرگ حضرت علاء الحق پنڈوی کے روحانی شاگرد تھے جو، خود بنگال کے ہی ایک ممتاز چشتی صوفی بزرگ خواجہ اخی سراج کے شاگرد تھے۔

حضرت سید مخدوم سمنانی 11ہویں پشت میں براہ راست غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ﷛ کی اولاد ہیں۔ آپ نے اپنے ایک روحانی شاگرد حضرت سید شاہ عبدالرزاق نور العین کے ذریعے خود اپنے صوفی سلسلہ ''اشرفیہ'' کی بنیاد رکھی۔ آپ کے سلسلہ کے طالبین کو آپ کے اسم گرامی ''اشرف'' کی طرف منسوب کر کے ''اشرفی'' کہا جاتا ہے۔

لطائف اشرفی آپ کے ملفوظات اور دیگر بے شمار اولیاء اللہ کے روحانی پند و نصیحت پر مبنی صوفی مراسم و معمولات، روحانی اسلامی روایات اور صوفیانہ احکام کا ایک گنج گراں مایہ ہے۔ اس کی صداقت و ثقاہت کا ایک ٹھوس ثبوت یہ ہے کہ اس کی تدوین سید مخدوم سمنانی کے سب سے زیادہ قریبی شاگرد حضرت نظام یمانی نے کی ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کی تصدیق و توثیق خود سید اشرف جہانگیر علیہ الرحمۃ والرضوان نے کی ہے۔

لطائف اشرفی میں مذکور روحانی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ اسلام کے بنیادی عقیدہ 'توحید' کے حوالے سے حضرت سید مخدوم سمنانی کی بہت ہی دلچسپ اور مفید گفتگو کو آپ کی خدمت میں پیش کی جائے۔ اپنی اس گفتگو میں آپ نے اسلام کے سب سے پہلے ستون یعنی توحید پر ایمان رکھنے اور اس پر عمل کرنے کے بارے میں حقیقی صوفی نقطہ نظر کو واضح فرمایا ہے۔

توحید کی صوفیانہ تعریف: ملفوظات کے بالکل شروع ہی میں سید مخدوم سمنانی نے توحید کی حیرت انگیز طور پر ایک جامع اور شاندار تعریف کی ہے۔ وہ عربی میں فرماتے ہیں:

التوحید فناء العاشق فی صفات المحبوب.

اردو میں اس کا ترجمہ اس طرح ہے:

توحید کا مطلب محب کا محبوب کی صفات میں فنا ہو جانا ہے۔

اِس تناظر میں سید مخدوم سمنانی نے بجا طور پر ابتدائی اسلامی دور کے ایک جلیل القدر فارسی صوفی سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا قول نقل کیا ہے۔ حضرت سید الطائفہ کو بہت سے صوفی سلاسل میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ توحید پر ان کا حوالہ عربی میں یہ ہے:

التوحید معنی تضمحل فیه الرسوم وتندرج فیه العلوم ویکون الله کمالم یزل.

یعنی جب کوئی توحید کا حقیقی جوہر حاصل کر لیتا ہے تو عقیدے،

رسومات اور معمولات کے تمام بیرونی مظاہر ختم ہو جاتے ہیں اور صرف ایک خدا کا وجود ہی اس شکل میں برقرار رہتا ہے جس میں وہ ہمیشہ سے ہے۔

عقیدۂ توحید کو ایک ہمہ گیر، جامع اور وسیع المفہوم روحانی اسلامی اصطلاح کے طور پر پیش کرتے ہوئے سید مخدوم سمنانی نے تفصیل کے ساتھ توحید کے مختلف درجات کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں متعدد زمرے شمار کیے ہیں، جن میں سے اہم ترین یہ ہیں:

(1) توحید ایمانی (2) توحید علمی (3) توحید حالی۔

حضرت سید جہانگیر سمنانی نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ توحید کے مذکورہ مراتب کی ایسے انداز میں تشریح کی ہے جس میں معانی کا ایک آفاقی روحانی جہاں پنہاں ہے۔ مختصر طور پر ان مراتب توحید کے معانی بیان کرنے والے آپ کے اہم اقتباسات مندرجہ ہیں:

ایمانی توحید: حضرت سید مخدوم سمنانی ترجمۂ عوارف کی روشنی میں توحید کے مختلف درجات شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

پہلا مرتبہ توحید ایمانی ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالی کے وصف الوہیت کی بے مثلی اور اس کے معبودِ حق ہونے کی یکتائی کے موافق قرآن وحدیث کے اشارات ودلائل کو دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے اور یہ توحید خبر دینے والے کو سچا ماننے اور خبر کی سچائی پر اعتقاد رکھنے کا نتیجہ ہے۔ یہ توحید، ظاہری علم سے حاصل ہوتی ہے اور اس کا اختیار شرک جلی سے بچنے اور سلسلہء اسلام میں داخل ہونے کے لئے فائدہ مند ہے۔ صوفی لوگ ضروریات کے حکم میں اس توحید میں عام اہل ایمان کے شریک ہیں۔ ہاں اور دوسرے مراتب میں یکساں اور مخصوص ہیں اور اسی مرتبہ پر قناعت کر لینا دین عجائز (بوڑھی عورتوں جیسا دین) کا اختیار کرنا ہے جو اس حدیث شریف سے سمجھا جاتا ہے:

علیکم بدین العجائز۔ کہ بوڑھی عورتوں جیسا دین رکھو۔

علمی توحید: توحید علمی کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

توحید کا یہ دوسرا درجہ ہے جو علم باطن سے متعلق ہے اور اسی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کو علم الیقین بھی کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ بندہ راہ تصوف کی ابتدا میں ہی اس بات کو جان لے کہ موجود حقیقی اور موثر مطلق سوائے خداوند عالم کے اور کوئی نہیں اور جملہ ذات وصفات، افعال، اللہ تعالی کی ذات وصفات کے آگے بالکل ناچیز ہیں اور ہر ذات کے فروع کو خداوند عالم کے نورِ ذات کا نتیجہ سمجھے اور ہر صفت کو اللہ تعالی کی صفت مطلقہ کا پرتو جانے، پس جہاں کہیں قدرت علم، ارادہ سمع بصر کا اثر دیکھے اس کو باری تعالی کی سمع بصر علم وارادت وقدرت کا اثر سمجھے۔ اس طرح تمام دوسری صفات وافعال پر قیاس کرنا چاہئے۔

اسی ضمن میں حضرت سید مخدوم سمناں طبقات الصوفیہ کے حوالے سے شیخ سعدی حموی کے یہ مندرجہ ذیل اقوال نقل کرتے ہیں:

توحید بشریت یہ ہے کہ اللہ تعالی کو حی اور قیوم قبول کرے اور تمام احوال میں اس کی طرف متوجہ ہو۔ جو کچھ بھی ظاہر خلقیہ وکونیہ ہیں (یعنی دنیا میں جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے) خواہ وہ موافق طبع ہو یا ناپسند خاطر، ان سب کو اللہ جل شانہ کے سپرد کرے اور کسی کو واسطۂ نظر میں نہ رکھے بلکہ واسطہ کو اللہ تعالی کے دست تصرف میں (بلا تشبیہ) ایسا سمجھے جس طرح کاتب کے ہاتھ میں قلم کی حرکت (کہ اصل حرکت دست کاتب کی ہے اگر چہ لکھنے والا قلم ہے) اس کے علاوہ سب کو معذور سمجھے۔ اگر کوئی فائدہ پہنچے تو شکر بجالائے اور یہ سمجھے کہ اللہ مائل بہ کرم ہے اور اگر نقصان یا ناپسندیدہ بات ظہور میں آئے تب بھی یہی سمجھے کہ اللہ تعالی جلوہ فرما کر اس کو تنبیہ اور تادیب فرما رہا ہے تاکہ اطوارِ ناپسندیدہ سے گریز کرے اور رضا وتسلیم کے راستے پر چلے۔

پس کسی مصیبت اور تکلیف پر سالک پر واجب ہے کہ وہ اپنی ذات میں غور کرے اور اپنے ظاہر وباطن کا جائزہ لے اور برے صفات، ترک آداب، غفلت، تضییع اوقات، عبادت میں سستی اور تمام قبیح اعمال سے رجوع کر کے اپنے آپ کی اصلاح کرے۔ جس کام سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے یا جو بات اس کے حق میں ایذا رساں ہے۔ اس کو یوں سمجھے کہ حق تعالی نے اس صورت سے ظاہر ہو کر تنبیہ فرمائی ہے۔

صوفیائے کرام کے یہاں ایسے ہر شخص کو موحد کہتے ہیں۔"

حالی توحید: توحید کے مندرجہ بالا درجات کی وضاحت کرنے کے بعد سید مخدوم سمناں توحید کے ایک اور درجہ "توحید حالی" کی تشریح کرتے ہیں، جسے توحید کا چوتھا درجہ قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

چوتھا مرتبہ توحید حالی ہے اور وہ یہ ہے کہ حالت، ذات موحد کا وصف لازم ہو جائے اور علامات وجود کی تمام تاریکیاں بجز اُس کے جو تھوڑی سی باقی رہ گئی ہیں، نورِ توحید کی چمک میں گم شدہ ہو جائے اور نورِ توحید اس کے نورِ حال میں پوشیدہ وداخل ہو جائے، جس طرح تاروں کی روشنی آفتاب کی روشنی میں فنا ہو جاتی ہے۔

سید مخدوم سمناں مزید ارشاد فرماتے ہیں:

اس مرتبہ میں موحد کا وجود، واحد کے جمال وجود کے مشاہدہ میں ایسا

غرق دریائے یگانگت ہو جاتا ہے کہ واحد کی ذات وصفات کے سوا اُس کی نگاہوں میں کچھ نہیں سماتا، یہاں تک کہ اس توحید کو واحد کی صفت جانتا ہے اور اپنی صفت نہیں خیال کرتا اور اس مشاہدہ کو بھی اسی کی صفت قرار دیتا ہے اس طریق میں اس کی ہستی قطرہ کی طرح بحر توحید کے امواج کے تلاطم میں گرتی ہے اور یگانگت میں ڈوب جاتی ہے۔

یہاں سید مخدوم سمناں ایک انتہائی خوبصورت بات فرماتے ہیں:

التوحید بحر والموحد فیہٖ قطرۃ لم یبق منه اثر.

یعنی توحید ایک سمندر ہے اور اس میں موحد صرف پانی کے ایک قطرے کے مانند ہے جس کا اپنا خود کا کوئی وجود یا کوئی اثر ورسوخ نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں سید مخدوم سمناں رحمہ اللہ ممتاز صوفی بزرگ شیخ ابوعلی دقاق قدس سرہ کا قول بھی پیش فرماتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا:

التوحید غریم لایقضی دینه وغریب لایودی حقه.

''توحید ایک ایسا قرض خواہ ہے جس کا قرض ادا نہیں ہوسکتا اور ایک ایسا غریب ہے جس کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔''

سید مخدوم سمناں اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''توحید حالی میں خواص کے لئے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یک بارگی تمام آثار ورسوم فنا ہو جاتے ہیں، لیکن ایسا چند لمحات کے لئے ہوتا ہے وہ بھی ایسا جیسے بجلی کا چمکنا کہ ابھی چمکی پھر اس کی روشنی ختم۔ اسی طرح چند لمحات کے بعد اس کے بقایا رسوم عود کراتے ہیں اور اس حال میں وہ شرک کی مکمل نفی کر دیتا ہے۔''

وہ فرماتے ہیں کہ ''توحید حالی میں موحد کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ ممکن نہیں ہے۔''

مضمون کے اختتام سے قبل مخدوم سمناں کے شاگرد حضرت نظام یمانی جنہوں نے اس کتاب کی تدوین فرمائی ہے، کا یہ اقتباس قابل دیدنی ہے، جو دراصل توحید کے مذکورہ مراتب کی تفصیل کا اجمال ہے:

''حضرت قدوۃ الکبریٰ (قدس سرہ) نے ارشاد فرمایا کہ توحید حالی کا منشا نورِ مشاہدہ ہے اور توحید علمی کا منشا نورِ مراقبہ ہے۔ توحید حالی میں اکثر رسوم بشریت فنا ہو جاتے ہیں اور توحید علمی میں بہت کم رسوم بشریت فنا ہو پاتے ہیں اور یہ جو کہا گیا کہ توحید حالی میں اکثر رسوم بشریت فنا ہو جاتے ہیں اور کچھ باقی رہ جاتے ہیں، تو کچھ رسوم اس وجہ سے باقی رکھے گئے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے افعال کی ترتیب وصدور ہو سکے (افعال انسانی سرزد ہو سکیں) اور موحد کے اقوال میں شائستگی پیدا ہو سکے۔ یہی سبب ہے کہ انسانی حیات میں حق توحید جیسا کہ ادا کرنا چاہیے، ادا نہیں ہوتا۔''

لطائف اشرفی میں سید مخدوم اشرف جہانگیر سمناں رحمہ اللہ کو اکثر **القدوۃ الکبری** کے عظیم لقب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

لطائف اشرفی اصلاً فارسی میں لکھی گئی تھی اور شروع میں اس کے صرف پہلے نو (۹) ابواب کا اردو ترجمہ حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی کے دادا حکیم نذر اشرف علیہ الرحمہ نے کیا تھا۔ اس کے بعد اس کا مکمل اردو ترجمہ علامہ شمس بریلوی نے تحریر کیا جو، اہل سنت میں اردو، فارسی اور عربی کے ماہر لسانیات، مشاق مترجم، مصنف اور زبردست اسلامی اسکالر گزرے ہیں۔ انہی کی بدولت کثیر اسلامی کتب کے بڑی تعداد میں فارسی اور عربی سے اردو تراجم آج ہمارے سامنے ہیں۔ ان کے قابل ذکر تراجم میں حضرت امام غزالی کی ''مکاشفۃ القلوب'' اور ممتاز محدث شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی ''مدارج النبوۃ'' جیسی اہم کتب شامل ہیں۔

علامہ شمس بریلوی علیہ الرحمہ کی شدید علالت کی وجہ سے اصل مسودات کے ساتھ ترجمہ کے موازنہ اور توثیق کا کام ڈاکٹر خضر نوشاہی کے حوالے کیا گیا جو علم تصوف میں ماہر اور فارسی زبان وادب اور تاریخ کے ایک ممتاز عالم گزرے ہیں۔ قابل ذکر ہے کہ لطائف اشرفی کو پہلی بار مسلم کمرشل آف پاکستان کے سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر اور سید مختار اشرف (سرکار کلاں) کے خلیفہ نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رداء اشرفی کی ہدایات اور نگرانی میں شائع کیا گیا تھا۔

☆☆☆

☆استاذ جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، ذاکر نگر، نئی دہلی۔ ۲۵
8285792316

بزم سخن

نعت شریف

آئین مصطفائی سے وابستگی رہے — تا کہ بروزِ حشر نہ شرمندگی رہے
شستہ قوافی نیک زمیں لفظ متقی — نعتوں کی ہر ردیف میں شائستگی رہے
ایمان کے مزاج میں نفس یقین میں — سب معجزوں کے نور کی تابندگی رہے
اُگتی رہے گی زندگی ایسوں کی قبر پر — خونِ نبی کی جن میں رمق تازگی رہے
خیراتِ دید ملتے ہی بھوکی نگاہ کو — ہو جائے بند آنکھ یہ دیوانگی رہے
پڑھ لینا بس درود محمد کی آل پر — جب بھی ہراس وخوف وسراسیمگی رہے
ممکن نہیں نجات ہو اعمالِ خیر سے — مثل بشر کی فکر میں آوارگی رہے
کب ہوگذر یہاں سے نہ جانے رسول کا — ہر دم دیارِ عشق میں پاکیزگی رہے
بعد از خدا بزرگ ہے نورانی مصطفیٰ — اُن سے برابری کی نہ بیہودگی رہے
کہتا پھرے گا بھائی وہ ربّ کے رسول کو — جس کی بنا و اصل میں آلودگی رہے

جامی ضرور ہوں گی بغل گیر رحمتیں
عشق رسول پاک میں گم زندگی ہے

نتیجۂ فکر: الحاج سید شاہ عبدالوہاب قادری جامی سجادہ نشین آستانۂ قادریہ
پوسٹ کنیکل، ضلع اننت پور (اے۔ پی)

نعت شریف

باخدا مجھے ایسے عشق ہے مدینے سے — جیسے اک انگوٹھی کا ربط ہو نگینے سے
جن سے جو بھی مانگا ہے آپ سے قرینے سے — مل گیا وہی اُس کو غیب کے خزینے سے
وصف کیا کروں آقا آپ میں مشک وعنبر کی — دو جہاں مہک اُٹھے آپ کے پسینے سے
اس قدر میں کھویا ہوں مصطفیٰ کی یادوں میں — اشک نکلے آنکھوں سے اور درد سینے سے
ایک ہی تڑپ دل میں آپ بس بلا لیجئے — بھر گیا ہے دل میرا دور رہ کے جینے سے
خالق وملائک بھی اُن کا ذکر کرتے ہیں — بھیجئے درود اُن پر مومنوں قرینے سے
کاش اُن کے روضے پر دیکھئے ذرا رضوان — رحمتیں اُترتی ہیں آسماں کے زینے سے

نتیجۂ فکر
محمد رضوان انصاری، لال باغ سنبھل روڈ، حسن پور، ضلع امروہہ (یوپی)
9871818940

نعت رسول

حسن اخلاق کی ، کردار کی باتیں کیجے
دیر تک سید ابرار کی باتیں کیجے

میرا ایمان ہے چھٹ جائیں گے غم کے بادل
آپ اگر ایسے میں سرکار کی باتیں کیجے

مضطرب رہتے تھے دن رات جوامت کے لئے
ان کے ہی گیسو و رخسار کی باتیں کیجے

جس نے دِکھلایا ہمیں دین مبیں کا رستہ
ہاں اسی قافلہ سالار کی باتیں کیجے

پیکر نور تھے وہ ، سایہ نہیں تھا لیکن
سایۂ رحمت سرکار کی باتیں کیجے

آپ بچ جائیں گے شیطان کے شر سے راہیؔ
ساری امت کے نگہدار کی باتیں کیجے

نتیجۂ فکر
راشد حسین راہی، شاہجہاں پور
ایمن زئی جلال نگر، شاہجہاں پور (یو۔ پی)

سنا کرتا ہوں میں یارب ترانہ تیری وحدت کا
نظر آتا ہے منظر چار سو تیری ہی عظمت کا

بنا کر امتی محبوب کا ، کیا کچھ نہیں بخشا
ادا کیا شکر ہو تیری عطاے بے نہایت کا

ساغر وارثی
ایمن زئی جلال نگر، شاہ جہاں پور (یوپی)

نعت پاک

ہر دل پہ نقش کیوں نہ ہو عظمت رسول کی
ہر سمت ہے جہاں میں حکومت رسول کی

ایمان کی ہے جان محبت رسول کی
اسلام کی ہے شان عقیدت رسول کی

ہے مرکزِ حیات بھی تربت رسول کی
ہے باعثِ نجات زیارت رسول کی

لازم ہے ہر بشر کو اطاعت رسول کی
حاصل ہے امتی کو شفاعت رسول کی

کتنی ہے خوش نصیب یہ امت رسول کی
دل میں مکیں ہے جس کے محبت رسول کی

اِک مرأۃِ جمالِ خدائے کریم ہے
چہرہ نبیِ پاک کا صورت رسول کی

قرآنِ حق بیاں کے سپاروں سے پوچھئے
اللہ بھی تو کرتا ہے مدحت رسول کی

سب نے کہا کہ جاؤ کسی اور کے قریب
کام آ گئی وہاں پہ شفاعت رسول کی

سرکار کی زباں پہ ہے میں ہوں تیرے لئے
محشر کے روز یہ ہے عنایت رسول کی

اِک سجدۂ رسول کے بدلے میں دیکھئے
جنت نشین ہو گئی امت رسول کی

چشمِ وفا سے دیکھو رخ و عارضِ رسول
والشمس ہے ازل ہی سے صورت رسول کی

کردارِ مصطفیٰ سے عمر ہو گئے قریب
تلوار سے بھی تیز ہے سیرت رسول کی

نبیوں میں سب سے اعلیٰ وبالا حضور ہیں
اکمل ہے سب نبی سے نبوت رسول کی

کیف وسرور ونور کے جلووں میں غرق ہے
چہرہ نبیِ پاک کا صورت رسول کی

اُن کا پسینہ مُشکِ خُتن سے بھی ہے حسین
گل کی مہک سے تیز ہے نکہت رسول کی

سچوں میں سچا دیکھو محمد کا ہے وجود
کس درجہ کفر کُش ہے صداقت رسول کی

ایذا دہندہ لوگوں کو بھی معاف کر دیا
بے مثل و بے مثال ہے فطرت رسول کی

دیتے ہیں خود اور کہتے ہیں منگتا کا بھلا ہو
کیسی ہے بے نظیر سخاوت رسول کی

کیوں یادِ مصطفیٰ سے سجائیں نہ دل کو ہم
ہے روحِ بندگی بھی اِرادت رسول کی

اعدائے دینِ حق کو بھی مومن بنا دیا
کیسی تھی با کمال وہ سیرت رسول کی

ترغیبِ بندگی ہے مسلماں کے واسطے
سجدہ نبی کا اور عبادت رسول کی

اپنے پرائے اور عدو کا نہیں تھا فرق
سب کے لئے تھی یکساں عدالت رسول کی

محشر کے روز آگ لگاتی سی دھوپ میں
سایہ فگن رہے گی شفاعت رسول کی

کیا ڈر ہمیں فرشتو قیامت کی دھوپ کا
جب تک رہے گی کملی سلامت رسول کی

وحش وطیور، حور و مَلک اِنس وجن پہ بھی
نافذ ہے تا ہنوز حکومت رسول کی

فصحا عرب کے ششدر و حیران رہ گئے
کانوں سے سن کے اپنے فصاحت رسول کی

شمس و قمر دیوار و در پتھر زمین کے
دیتے رہے ہمیشہ شہادت رسول کی

معراج کی شب عرشِ مُعلیٰ پہ بالیقیں
کتنی تھی پُر شکوہ ضیافت رسول کی

منقبت درشانِ
حضرت حافظ ملت محدث مبارک پوری

تذکرہ کیسے کروں آپ کی دانائی کا
لکھنے بیٹھا ہوں قصیدہ تری بالائی کا

لوگ اب دیکھتے ہیں قدر کی آنکھوں سے مجھے
یہ تو فیضان ہے سب تجھ سے شناسائی کا

رات دن رہتے ہیں قرآن کے نغمے آباد
ہے عجب رنگ ترے در کی پذیرائی کا

بام و در علم کے پھولوں سے سجے رہتے ہیں
اشرفیہ تو ہے مظہر تیری زیبائی کا

یاد آئی ہے نظر، حافظ ملت تیری
تذکرہ ہوتا ہے جب علم کی بینائی کا

نہ تکلف نہ بناوٹ نہ دِکھاوا نہ غرور
فلسفہ سب سے جدا ہے تیری رعنائی کا

تیری دہلیز سے ملتا ہے جبینوں کو وقار
ہے اثر خاک میں بھی تیری مسیحائی کا

جب ترے قطرے ہی باطل کو ڈبو دیتے ہیں
کیسے اندازہ لگے پھر تیری گہرائی کا

شعر ہوں رنگ عقیدت میں فریدیؔ کامل
مجھ کو آ جائے ہنر قافیہ پیمائی کا

نتیجۂ فکر
محمد سلمان رضا صدیقی فریدی مصباحی
مسقط عمان

ظلم و ستم کے بدلے دعائیں عطا کیے کتنی عظیم شے تھی مروت رسول کی
عطرِ گلاب بوئے گلِ تر نثار ہے کیسی تھی بے نظیر وہ نزہت رسول کی
بحرِ سخا سے سب کو ملا فیض اِس لئے مشہور ہے جہاں میں سخاوت رسول کی
ہر کاروانِ زیست کو منزل عطا کیا کتنی تھی کامیاب قیادت رسول کی
روئے نبی کو دیکھ کے سورج نکل گیا کتنی حسین تر تھی وہ صورت رسول کی
محشر کے روز داورِ محشر کے سامنے رنگ لائے گی ضرور عداوت رسول کی

روکے گا کیسے کوئی ہمیں خلد سے علی
کوثر نبیِ پاک کا جنت رسول کی

نتیجہ فکر: مولانا علی احمد سیوانی (علی گڑھ)

منقبت درشان

امین شریعت حضرت علامہ سبطین رضا بریلوی نبیرۂ استاذِ زمن

حامیِ دین و شریعت حضرت سبطین ہیں ماحیِ کفر و ضلالت حضرت سبطین ہیں
زینت بزم طریقت حضرت سبطین ہیں رونق گلزار وحدت حضرت سبطین ہیں
کر دیا شاداب و تازہ گلشن اسلام کو رنگ و بوئے قادریت حضرت سبطین ہیں
مسلک احمد رضا کی عمر بھر تشہیر کی رضویت کی شان وشوکت حضرت سبطین ہیں
ہم شبیہ مفتیِ اعظم سراپا مان لو یادگارِ اعلیٰ حضرت حضرت سبطین ہیں
جس نے کی ہیں خلق کی خدمت رضا کے فیض سے ہاں وہی محسن ملت حضرت سبطین ہیں
کتنے انساں کو ملی ان کے بدولت روشنی شمع راہِ دین وسنت حضرت سبطین ہیں
عمر بھر جس نے سنواری زلف برہم دین کی رہبر راہِ شریعت حضرت سبطین ہیں
عابد شب خیز لیتے بھیک بابِ خیر سے عارف رازِ حقیقت حضرت سبطین ہیں

کچھ توجہ چاہتا ہے قادری تحسین بھی
صاحب علم و بصیرت حضرت سبطین ہیں

نتیجہ فکر

(مولانا) تحسین رضا قادری جنرل سکریٹری رضا اسلامک مشن
گنگا گھاٹ اُناؤ ومدرس دارالعلوم ضیاے مصطفےٰ کانپور (یوپی)

منقبت درشان حافظ ملت

محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ

آقا کا دیوانہ بنایا حضرت حافظ ملت نے
مرجھائی کلیوں کو کھلایا حضرت حافظ ملت نے

جن کے علم وفضل کی کرنیں پھیل رہی ہیں عالم میں
ایسا اک قندیل جلایا حضرت حافظ ملت نے

کام زمیں کے اوپر کرنا نیچے کر لینا آرام
پیار سے یہ سب کو سمجھایا حضرت حافظ ملت نے

اپنے اپنے وقت کا عالم وفاضل بن کے چمکا ہے
جس کو بھی اک درس پڑھایا حضرت حافظ ملت نے

ردمیں منافق کے لکھ کر کے عشق ومحبت کی وہ کتاب
نجدی کی بنیاد ہلایا حضرت حافظ ملت نے

اشرفیہ کے بچوں سے جو خوب محبت رکھتے تھے
روتے ہوؤں کو پل میں ہنسایا حضرت حافظ ملت نے

حد درجہ ہے جس نے بڑھائی اپنے بزرگوں کی توقیر
فاسق باطل کو نہ لگایا حضرت حافظ ملت نے

شیر شکر بن کر رہتے تھے جو اپنے ہم عصروں میں
سب سے محبت کر کے دکھایا حضرت حافظ ملت نے

یوں تو روضے پر اب نعمت جاتا رہتا ہے اکثر
خواب ہی میں پہلے بلوایا حضرت حافظ ملت نے

نتیجہ فکر

پھول محمد نعمت رضوی مظفر پوری

شعرائے کرام توجہ فرمائیں

نئے شعرائے کرام سے ہم نے بارہا درخواست کی ہے کہ اپنے کلام کی اصلاح کسی کہنہ مشق تجربہ کار شاعر سے کرالیں۔
دوسری درخواست یہ کرتے رہے ہیں کہ اسلامی عقائد، معمولات اہل سنت، ارکان اسلام وغیرہ کو شاعری کا موضوع بنائیں اور نئی نسل کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی تعلیمات اور صوفیانہ روایات پر طبع آزمائی کریں۔ (ادارہ)

کالی کٹ میں مرکز الثقافۃ کے تحت انٹرنیشنل میلاد کانفرنس

جنوبی ہند کی عظیم الشان دینی وعصری اسلامی یونیورسٹی جامعہ مرکز الثقافہ کے زیر اہتمام کالی کٹ ساحل سمندر پر ایک روزہ عظیم الشان انٹرنیشنل میلاد کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا جس میں ملک وبیرون ممالک سے عاشقان رسول لاکھوں کی تعداد میں شریک ہوئے۔اس تاریخی مجمع سے خطاب کرتے ہوئے آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے جنرل سکریٹری شیخ ابو بکر نے کہا کہ اسلامی اصول وقوانین کی پیروی میں زندگی کے تمام مسائل کا حل ہے ،شریعت مصطفوی میں من گھڑت تاویل کی کوئی گنجائش نہیں۔آج ہر کوئی شرعی مسئلہ بیان کرتا ہے جس سے اسلام کی شبیہ مسخ ہوتی ہے،اپنی ذاتی رائے کو دین پر تھوپنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔یہ حق صرف علمائے دین کو ہے کہ شریعت کے احکام ومسائل کی تحقیق وتاویل پیش کریں۔شیخ نے محبت رسول کی رغبت دلاتے ہوئے کہا کہ نبی اکرم ﷺ سے سچی محبت اسوہ حسنہ کی پیروی ہے جو پوری انسانیت کیلئے مشعل راہ ہے۔آج عورتوں کے مساوات کی بات کہی جارہی ہے اس کے لئے قرآن وحدیث کے اصول کافی ہیں۔اس موقع پر شیخ عون محمد القدومی (جورڈن) نے کہا کہ محبت رسول عین ایمان ہے۔قرآن کردارِ مصطفےٰ کا عکس ہے،کائنات کا ہر ذرہ یہاں تک کہ شجر وحجر نے نبی سے محبت فرمائی اور درود وسلام بھیجا۔امت مسلمہ کو چاہئے کہ پیغمبر اعظم سے بے پناہ محبت کریں۔صلوۃ وسلام ہمارے فرائضی عبادت میں شامل ہے۔احمد سعید الازہری (بریطانیہ) احسان انسٹی ٹیوٹ ڈائریکٹر نے کہا کہ سنت رسول کی اتباع ایمان کی نشانی ہے۔مسلمان آپسی بھائی چارگی کا مظاہرہ پیش کریں،نفرت وعداوت اسلامی تہذیب نہیں۔صحابہ نے دین محبت سے پھیلایا ہے اور محبت کا حکم اللہ نے اپنے نبی کو فرمایا ہے۔شیخ محمود شوقہ (ترکی) نے کہا کہ امت مسلمہ کو چاہئے کہ محسن انسانیت سے بے پناہ محبت کریں۔حضور ﷺ نے جن چیزوں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے اس سے دور رہیں اور جس کے کرنے کا حکم دیا ہے اس پر مضبوطی سے عمل پیرا ہوجائیں۔مولانا غلام رسول دہلوی نے کہا کہ اسلام امن وآشتی اور محبتوں کا مذہب ہے،ہر کسی کے ساتھ محبت کا درس دیتا ہے اور احترم انسانیت سکھاتا ہے،ضرورت اس بات کی ہے کہ محبت کیساتھ اسلام کی دعوت پیش کی جائے تاکہ اس کا اثر قائم رہے۔آج اسلام مخالف عناصر اسلامی تعلیمات اور احکام کو تشدد اور انتہا پسندی کا نام دیتے ہیں جو اسلامی اصول وفطرت کے خلاف ہے،اس لیے عملی زندگی سے اسلام کے پیغام امن ومحبت کو عام کیا جائے۔عالمی میلاد کی نورانی محفل کا آغاز سید علی بافقیہ کی دعاؤں پر ہوا۔ترحیبی خطاب مولانا سی محمد فیضی نے پیش کیا۔نظامت کے فرائض ڈاکٹر عبدالحکیم ازہری نے انجام دیا۔اجلاس کی صدارت سنی جمعیۃ العلماء کیرالا کے صدر ای سلیمان نے کی۔ملیشیائی ٹیم نے بارگاہ خیر الانام میں گلہائے خراج عقیدت پیش کیا۔اجلاس سے ڈاکٹر محمد استواء (زیتونہ یونیورسٹی تونیسیا) سید محمد صادق رضا مجددی (پنجاب) شیخ احمد ابراہیم (صومالیہ) شیخ مشفر،شیخ الجانی،شیخ عادل احمد الکاف،شیخ عبداللہ الہاشمی (یمن) جمال کلوتی (عمان) احمد محمد حسن (یمن) نے بھی،خطاب کیا۔اس موقع پر مرکز ریلیف اینڈ چاریٹی کے تحت غرباء ومساکین کے گھروں کی تعمیر کیلئے ڈریم ویلا پروجیکٹ کا افتتاح عمل میں آیا۔مرکز المنی کی جانب سے فری سروس کیلئے ایمبولینس کی چابی شیخ ابو بکر کو دی گئی۔آخر میں عالمی رہنماؤں کے ساتھ شیخ ابو بکر احمد نے ملکی امن وامان کیلئے خصوصی دعا کی۔

رپورٹ: عبدالکریم امجدی،انچارج: مرکز میڈیا کالی کٹ، کیرالا۔

سوجان گڑھ راجستھان میں جشن رسول ہاشمی کانفرنس

۱۰ربیع الاول ۱۴۳۷ھ/۲۲دسمبر ۲۰۱۵ء بروزِ منگل صبح نو بجے سے نمازِ ظہر تک جامعہ ہاشمیہ اہل سنت سوجان گڑھ کے وسیع صحن میں ایک کامیاب جشن رسول ہاشمی کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت پیر طریقت حضرت مولانا سید ظہور علی اشرفی نے فرمائی۔حافظ عبدالسلام مصباحی اور مولانا

سید مسعود زماں کی قیادت رہی۔ خصوصی خطیب کی حیثیت سے معروف ادیب وخطیب مولانا مقبول احمد سالک مصباحی دہلی شریک تھے جنھوں نے ''عید میلاد النبی عالمی تہوار'' کے موضوع پر گفتگو کی اور تاریخ وسائنس کی روشنی میں عید میلاد النبی کی اہمیت وضرورت اور فطری معنوی حیثیت کا ایمان افروز خلاصہ پیش کیا کہ ذکر خدا ورسول مومن کی فطری ضرورت ہے اور انسان کی بھی فطری ضرورت ہے، کیوں کہ ہر انسان محسن انسانیت کا امتی ہے اور محسن انسانیت کی رحمۃ للعالمینی کے احسانات سب پر یکساں ہیں۔ البتہ فضول خرچی اور دِکھاوے کی بیماری سے دور رہنا چاہیے۔ مہمان خصوصی مولانا محمد ظفرالدین برکاتی مدیر اعلیٰ ماہ نامہ کنز الایمان دہلی نے ''عید میلاد النبی اور ہماری ذمے داریاں'' کے موضوع پر تحریر پیش کی اور ''نبی امی کا قرآنی تعارف'' پیش کیا۔ خطابات سے پہلے جامعہ ہاشمیہ اہل سنت کے طلبہ نے نعت ومناقب اور تقریر وخطابت وقرأت کا مظاہرہ کیا جنھیں انعامات سے نوازا گیا۔ صدر اجلاس نے ششماہی اور سالانہ امتحانات میں اول، دوم اور سوم آنے والے اور صد فیصد حاضری دینے والے طلبہ کو بھی انعامات سے نوازا۔

ناظم نشر واشاعت جامعہ ہاشمیہ اہل سنت، سوجان گڑھ، راجستھان

شہر بھوپال میں ایک روزہ سیمینار وامام زین العابدین کانفرنس وانعامی مقابلۂ قرأت

شہر بھوپال کے قدیم ادارہ الجامعۃ الامجدیہ اشرفیہ حضرت نظام الدین کالونی میں ۲۵ محرم الحرام ھ/ ۸ نومبر ۲۰۱۵ء بروزِ اتوار صبح ۱۰ بجے امجدی ہال میں فروغِ سنت کے موضوع پر سیمینار منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت رسول اکرم ﷺ سے اس کا آغاز ہوا۔ اِس میں ایم پی کے ۵۱ ضلعوں کے علاوہ ہندوستان کے مختلف صوبوں سے علماء ومشائخ وارباب صحافت نے شرکت کی۔ یہ اجلاس ۱۰ بجے دن سے دوپہر ساڑھے دو بجے تک چلا۔ سیمینار کی صدارت حضرت مولانا محمد امجد رضا امجد رضوی پٹنہ فرما رہے تھے اور سرپرستی حضرت مولانا ڈاکٹر کبیر عالم مصباحی رائیس نے فرمائی جس میں درج ذیل عناوین (۱) سنیت کے فروغ کے اسباب پر غور (۲) سنی مجلس شوریٰ اور علمائے اہل سنت کی ممبر سازی (۳) جائداد موقوفہ کی حفاظت وصیانت کے اسباب پر غور وفکر پر اہل علم ودانش وارباب صحافت نے اپنے اپنے طور پر اظہارِ خیال فرمایا۔ اسسٹنٹ پروفیسر اردو ساگر یونیورسٹی مولانا ڈاکٹر افضل مصباحی نے میڈیا کا تعلق قرآن وحدیث سے ثابت کیا۔ مولانا ممتاز عالم مصباحی کان پور (یوپی) نے فروغِ سنیت اور امت کی زبوں حالی کے اسباب وعلل پر گفتگو کی۔ مولانا ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد رضوی نے جائداد موقوفہ کی حفاظت وصیانت پر لوگوں کو توجہ دِلائی اور تعلیمی اور قومی بیداری وسنیت کے فروغ کے عنوان پر اپنی رائے پیش کی۔ پروفیسر شہاب الدین صاحب نے تعلیم پر زور دیا اور کہا کہ اس میں جو ممکنہ مدد ہو ہم اس کے لیے تیار ہیں۔

رات میں انعامی مقابلۂ قرأت ہوا جس میں اول مقام حاصل کرنے والے طلبہ کو 11,000 ہزار روپے، دوم مقام حاصل کرنے والے کو 6,000 ہزار، سوم مقام حاصل کرنے والے کو 3,000 ہزار روپے اور اس کے علاوہ ترغیبی انعامات سے نوازا گیا۔ اخیر میں مہمان خصوصی مولانا، امجد رضا امجد رضوی نے مسلمانوں کے متحد ہونے پر بصیرت افروز خطاب فرمایا کہ جب ہندوستان میں اسلام آیا تو کوئی اختلاف نہیں تھا، لہٰذا ہم لوگ ہندوستان میں اسلام لانے والے بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں اور جنھوں نے بعد میں اختلاف پیدا کیا، ان سے دور رہیں۔ نظامت کے فرائض مولانا عقیل رضا مشاہدی قاضی شہر تندیلی نرسنگھ پور نے انجام دِیے۔ اگلے سیمینار وکانفرس کی تاریخ ۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳، اکتوبر ۲۰۱۶ء بروزِ اتوار کو ہونا طے پایا ہے جس کا موضوع ہے:

(۱) تربیت ائمۂ مساجد (۲) تعلیم وتربیت اور مدارس وخانقاہ

رپورٹ: محمد کلیم اشرف شریفی، ریسرچ اسکالر، برکت اللہ یونیورسٹی بھوپال (انڈیا)

E-mail: sharifi.barkatee@gmail.com, Mob:.9993681603,9754005801

۳ روزہ ۱۷۳ واں سالانہ عرس طیبی واحدی اختتام پذیر

خانقاہ واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف کے زیر اہتمام مجدد وقت مشہور صوفی شخصیت علامہ سید میر عبدالواحد بلگرامی وممدوح محدث علی الاطلاق علامہ قاضی سید میر محمد طیب علیہما الرحمہ سے منسوب ۳ روزہ ۱۷۳ واں سالانہ عرس طیبی واحدی قدیم خانقاہی نظم ونسق کے مطابق اختتام پذیر ہوا۔

ا رجنوری بروز جمعہ بعد نماز عشا تقسیم لنگر کے بعد قاری افروز رضا کی تلاوت قرآن مجید سے نعتیہ منقبتیہ مشاعرہ کا آغاز ہوا، سیف رضا

کانپوری، جاوید صدیقی، اسرائیل فرخ آبادی، معین لکھنوی وغیرہ شعرانے نعتیہ کلام پیش کیے۔ نقابت معروف نقیب مولانا الحاج آصف رضا سیفی نے کی۔ ۱۱ بجے شب ولی عہد سجادہ شیخ طریقت سید سہیل میاں ناظم اعلیٰ دارالعلوم واحدیہ طیبیہ کی آمد ہوئی۔ ۲ بجے شب اس نعتیہ منقبتیہ محفل کا اختتام ولی عہد کی دعائیہ پر ہوا۔

۲؍جنوری بروز سنیچر بعد نماز عشا تاریخی واحدی مجلس کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ مولانا گلفام رامپوری نے کہا کہ حضرت میر کے خانوادہ نے ۵سوسال سے لے کراب تک مذہب ومسلک کی ہر محاذ پر ایسی حفاظت وصیانت فرمائی ہے جو تا قیامت فراموش نہیں کی جاسکتی، تذکیر واصلاح مسترشدین کی رشدوہدایت کی دنیا میں اس خانوادہ کی خدمات تاریخ کا روشن باب ہے۔ مولانا عرفان الحق قادری، مولانا لیاقت حسین اور مولانا انعام الحق مصباحی نے بھی سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کی حقانیت پر معلوماتی تقریریں کیں۔

۳ جنوری کا پروگرام صبح ۹ بجے سے شروع ہوا۔ مولانا رضوان مدرس منظر اسلام نے کہا کہ حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی کا اعلیٰ مرتبہ اعلیٰ حضرت نے ہی باقاعدہ سمجھا، آپ کی شخصیت اپنے ہم عصروں میں ستاروں میں چودھویں کے چاند کی طرح منور وتاباں تھی، آپ روحانیت کے انجمن تھے، خانقاہ واحدیہ طیبیہ کے ولی عہد سجادہ جواں سال شیخ طریقت مولانا سید سہیل میاں نونہالان ملت اسلامیہ کی تعلیم وتربیت کے تعلق سے کافی حساس ہیں اسی لیے انھوں نے بلگرام شریف کے ادارہ کے علاوہ ضلع ہردوئی ''دارالعلوم واحدیہ برکات رضا'' کی کچھ سال پہلے داغ بیل ڈالی ہے امید ہے کہ یہ ادارہ اپنی تعلیم وتربیت میں ممتاز ہوگا، بعدازاں حضرت شیخ طریقت مولانا سید سہیل میاں ولی عہد سجادہ نے بڑی نکاتی معلوماتی واصلاحی گفتگو فرماتے ہوئے کہا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک نہیں، مذہب ومسلک ابوحنیفہ کی امتیازی نشان ہے کیوں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے۔ انھوں نے حضرت علامہ سید میر محمد طیب علیہ الرحمہ کا دولفظوں میں تعارف پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہی میر طیب ہیں جنھوں نے اپنے استنجا کے ڈھیلوں کو سونا میں تبدیل کر دیا تھا، یہ وہی میر طیب ہیں جن سے وقت کے محدث علی الاطلاق علامہ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی علمی استفادہ فرمایا (مکمل واقعہ کے لیے مشہور زمانہ مورخ علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی کی تصنیف ماثر الکرام کی طرف رجوع کریں)

عرس واحدی میں آئے ہوئے تمام زائرین کا انھوں نے شکریہ ادا کیا پھر محفل کا اختتام صاحب سجادہ ولی عہد سجادہ کی مشترکہ دعائیہ پر مکمل امن وشانتی کے ساتھ ہوا، بعد اختتام تبرکات شریف کی زیارت کرائی گئی اور پھر اس لنگر پر فیض کی تقسیم عام کا اہتمام کیا گیا جس کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے اس طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے

روزِ عرس آوارگان دشت غربت کے لیے　　من و سلویٰ ہے مگر خبز و ادام بلگرام

رپورٹ: قمراخلاقی امجدی، استاذ جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا۔ 7250071110　　qamarakhlaqi92@gmail.com

پیلی بھیت میں سالانہ آل انڈیا مفتی اعظم ہند کانفرنس

بیسیوں ہزار کے مجمع کو شہنشاہ مدینہ ﷺ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ وحضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے موئے مبارک اور دیگر تبرکات کی زیارت کرائی گئی۔

28،27، اکتوبر 2015ء بروز منگل، بدھ جامعہ رضویہ مدینۃ الاسلام ہدایت نگر پیلی بھیت (یوپی) میں سالانہ آل انڈیا مفتی اعظم ہند کانفرنس و عرس اعلیٰ حضرت وعرس حضرت الحاج محمد ہدایت رسول وعرس فاضل مصر مفتی کرامت رسول نوری میاں از ہری صاحب وجشن دستار بندی منایا گیا۔ 27، اکتوبر کو ہندوستان کے کثیر شعرائے کرام نے مصرع طرح پر طبع آزمائی فرمائی۔ مصرع تھا ''سراپا ہیں کرامت ہی کرامت مفتی اعظم''

۲۸، اکتوبر کو بعد نماز عشا آل انڈیا مفتئی اعظم ہند کانفرنس واعراس وجشن کا اجلاس منعقد ہوا۔ کانفرنس کا آغاز حافظ وقاری محمد رجب علی بہرائچی خطیب وامام مسجد ہدایت رسول مدینۃ الاسلام نے تلاوت کلام ربانی سے کیا۔ شہزادۂ صدر الشریعہ مفتی بہاءُ المصطفیٰ قادری صدر جامعۃ الرضا بریلی شریف، مفتی انور علی مصباحی استاذ منظر اسلام ومفتی محمد عاقل رضوی مصباحی شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف، مولانا اسلام الدین مصباحی شاہ جہاں پور، مفتی اشتیاق القادری جوکھن پوری، مولانا محمد نسیم مصباحی، ، مولانا شہاب الدین رضوی بریلی شریف، الحاج سعید نوری بانی رضا اکیڈمی ممبئی، مولانا محمد عارف مصباحی غازی آباد (وغیرہ) نے اپنے اپنے بیان سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ مولانا محمد احمد رضا منظری ومولانا محمد سلیم نوری

بریلوی مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اعلیٰ حضرت واستاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف نے مفتی کرامت رسول ازہری صاحب علیہ الرحمہ کی سیرت بیان کرتے ہوئے ان کی خدمات پر روشنی ڈالی اور سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین اسلام، امام اہل سنت کی حیات وخدمات سے قوم کو روشناس کرایا۔ تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت علامہ شیخ مصطفیٰ رضا خاں نوری فقیہ بریلوی کی تقویٰ شعار زندگی پر روشنی ڈالی مخدوم العلماء نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ ریحان ملت حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خان سبحانی میاں سجادہ نشین خانقاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف نے کانفرنس کی سرپرستی فرمائی۔ صدارت بانی و سربراہ اعلیٰ مدینۃ الاسلام مولانا قاری محمد امانت رسول بریلوی نے فرمائی۔ قیادت خلیفہ قطب مدینہ حضرت الحاج حافظ وقاری محمد عنایت رسول بریلوی نے فرمائی۔ نائب سجادہ نشین آستانہ شیریہ حضرت حافظ وقاری حفیظ میاں شیری، سید شاہ قمر الحسن واسطی بلگرام شریف، شہزادۂ قطب بلگرام مخدومی سید راشد میاں بلگرام شریف، حضرت سید اسلم میاں بلگرام شریف، حضرت سید حسین میاں سجادہ نشین خانقاہ واحدیہ بلگرام شریف، سید شہزاد علی ممبئی کی زیارت سے سامعین مستفیض ہوتے رہے۔ مدینۃ الاسلام سے فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی حضرت سبحانی میاں نے فرمائی اور صاحب سجادۂ رضویہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے فارغ ہونے والے طلبہ کو مدینۃ الاسلام کی سندیں عنایت فرمائیں۔ بانیٔ کانفرنس استاذ القراء مولانا شاہ قاری محمد امانت رسول بریلوی کی تین تصنیفات (1) سوانح منور علی شاہ الٰہ آباد (2) علماؤ مشائخ کی نظر میں پندرہوں صدی کا مجدد (3) بانوے حدیثوں کا لاثانی مجموعہ، کی رونمائی حضرت سبحانی میاں کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی۔ صلوٰۃ وسلام اور قل شریف وشجرۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا، ملک وملت کے لئے دعا فرمائی اور کانفرنس کا اختتام فرمایا۔

شاہجہاں پور میں انجمن فروغ اسلام کے تحت تحفظ ایمان کانفرنس

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفےٰ کے قومی صدر مولانا عسجد رضا خاں قادری بریلوی نے کہا کہ دنیا کی زندگی چار دن کی زندگی ہے لیکن ہمیشہ کی زندگی نبی کے غلام کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ صلح کلی منافق اور بہت خطرناک فرقہ ہے۔ ہمیں ان کے فتنوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کی تعلیمات وتحریرات کی روشنی میں صلح کلی کا صحیح مطلب سمجھایا کہ جو بھی محمدی، سنی، اشعری (یا) ماتریدی، حنفی (یا) شافعی، مالکی، حنبلی اور قادری (یا) چشتی، نقشبندی اور سہروردی ہوگا، وہ ہمارا ہے۔ اس کا صلح کلیت سے کوئی تعلق نہیں۔ مولانا عسجد رضا بریلوی محلہ ایمن زئی جلال نگر میں انجمن فروغ اسلام کے تحت ۲۸ نومبر کو منعقد تحفظ ایمان کانفرنس کو خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج ہمارے چاروں طرف ایمان کے لٹیرے گھوم رہے ہیں۔ ہمیں اپنی سب سے بڑی دولت کو بچانے کے لئے ہر ممکن عمل کرنا چاہئے۔ ہمیں دنیا کی چکا چوند میں نہیں پھنسنا چاہئے۔ حقیقت میں ایک مسلمان کی کامیابی تبھی ہے جب اس کا ایمان اور عقیدہ درست ہو۔ جو لوگ اپنے ایمان اور عقیدے کی فکر نہیں کرتے ان کی دنیا اور آخرت تباہ اور برباد ہو جاتی ہے۔ بریلی سے آئے مولانا فضل حق خان نے کہا کہ آج دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کو بدنام اور برباد کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ نام نہاد مسلم تنظیموں کے نام پر دہشت گردی پھیلائی جا رہی ہے۔ ایسی دہشت گرد تنظیموں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ عراق وشام کے اندر مزارات ودرگاہوں کو آئی ایس آئی ایس نے توڑا ہے جبکہ سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کے ماننے والے درگاہوں کا ادب واحترام کرتے ہیں، وہ درگاہوں کے احترام کے لئے اپنی جان بھی قربان کر سکتے ہیں۔ آئی ایس آئی ایس تنظیم اور ان جیسی دیگر تنظیموں نے جہاں دہشت پھیلائی ہے درگاہوں کو توڑا ہے کہ دنیا جان لے کہ ان تنظیموں سے اہل سنت کا نہ تعلق تھا اور نہ کبھی ہوگا جسے آج ''صوفی اسلام کے ماننے والے مسلمان'' بھی کہا جا رہا ہے۔ مولانا افضال احمد بریلوی نے کہا کہ آج لوگوں نے دین کو کھلواڑ بنا لیا ہے۔ دعوت اسلامی کے مبلغین سبز عمامہ سنت سمجھ کر ہی پہنتے ہیں، اس لیے ان کا مذاق نہ اڑایا جائے، البتہ آج اسے اپنا یونیفارم سمجھ کر باندھتے ہیں۔ مشہور عالم دین مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری میاں بریلوی کی آمد سے لوگ بہت خوش تھے۔ آخر میں تاج الشریعہ ازہری میاں نے قوم وملت کی خوش حالی اور سلامتی کے ساتھ ہی مسلمانان عالم کے دین وایمان اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے دعا کی۔ مولانا انس رضا وعمر رضا نے نعتیہ کلام پیش کیا۔ نظامت حسان رضا بریلی نے کی۔ آخر میں صلوٰۃ وسلام اور فاتحہ خوانی کر حاضرین میں شرینی تقسیم کی گئی۔ حافظ فراست اللہ خاں نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

رپورٹ: راشد حسین راہی، شاہجہاں پور Mob. 9369536775